قد افلح من تزکیٰ

(بیشک کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کیا)

تصوف کیا ہے؟

تالیف:۔

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ

استاذ حدیث وافتاء، وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ابن:

عارف باللہ عاشق رسول اللہ حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ۔

مؤسس، بانی وسابق ناظم جامعہ ہذا۔

ناشر:۔

مکتبۂ شریفیہ گنگوہ، سہارنپور یوپی انڈیا۔

تصریحات:۔

نام کتاب: تصوف کیا ہے؟

مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب حفظہ اللہ ودرعاہ
استاذ حدیث وافتاء، وناظم جامعہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
پیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی، برطانیہ۔
جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ العالی،
خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

تصحیح وتزئین: عبدالواجد عفا اللہ عنہ مدرس جامعہ ہذا

کمپیوٹر کتابت: محمد دلشاد رشیدی

طبع اول: ۲۰۰۱ء

طبع ثانی: ۲۰۰۸ء / ۱۴۲۹ھ

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت: ۴۰

صفحات: ۶۴

ناشر: مکتبۂ شریفیہ گنگوہ، سہارنپور، یوپی، انڈیا۔

فہرست عناوین

انتساب	۴
تقریظ	۵
سخن اولین	۶
باب اول:۔	۸
اولیاء اللہ سے محبت رکھنی چاہیے نہ کہ عداوت	//
باب دوم:۔	۱۴
صفات اولیاء اللہ	//
باب سوم:۔	۱۵
باطنی صفات	//
باب چھارم:۔	۲۳
اولیاء کرام وصوفیاء عظام کی ۱۲ر خوبیاں	//
باب پنجم:۔	۲۵
حقیقت	//
باب ششم:۔	۲۷
تصوف کی تعریفات	//
تعارف تصنیفات وتالیفات	۶۴

انتساب

ناکارۂ خلائق اپنی اس مختصر سی تالیف کو رئیس المشائخ النقشبندیہ امام طریقت سرتاج الاولیاء فخر الاتقیاء قدوۃ الصلحاء فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی طرف منسوب کرتا ہے، جن کی برکت سے امام ربانی عالم حقانی غوث صمدانی منبع کمالاتِ ربانیہ مصدر فیوضات صمدانیہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ الباری، جیسے ولی کامل تیار ہوئے جن کے فیض سے عالم فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے ربِ کریم ان بزرگوں کی برکات سے بندہ اور اس کے متعلقین کو بھی مالا مال فرمائے اور ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے!

آمین یا رب العالمین

والسلام

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم حدیث وافتاء

وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ :

شیخ العلماء والصلحاء حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب گنگوہی استاذ حدیث وفقہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی مرتب کردہ تالیف ,تصوف کیا ہے؟

کواپنی آنکھ کی خرابی کی وجہ سے دیکھنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی بعض جگہوں سے پڑھواکر سننے کا موقع ملا الحمدللہ تصوف کی حقیقت پر یہ عمدہ کتاب ہے جواس راہ پر چلنے والوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے تصوف کی حقیقت کواحادیث اوراقوال مشائخ واسلاف سے مدلل اورمبرہن کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ حضرت مولانا کو دینی خدمات کے مزید مواقع فراہم فرمائیں اورحقیقت تصوف سے مزید آشنا فرمائیں۔مولانا موصوف اکابر ومشائخ کے صحبت یافتہ ہیں اور حضرت مولانا محمد احمد (پرتاپ گڈھی نوراللہ مرقدہ) کے مجاز صحبت ہیں شروع ہی سے علمی مشاغل میں مشغول رہتے ہیں بالخصوص احادیث نبویہ سے بے انتہا شغف ہے اس لئے مولانا کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درس وتدریس وتالیف کی طرح سلوک وتصوف کا بھی کام لیں گے ناکارہ بھی دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دیگر تالیفات کی طرح اس کتاب کوبھی قبولیت سے مشرف ومفید عام فرمائیں۔

دستخط دعاگو عبدالحق غفرلہ

سخن اولین

تصوف کے سلسلہ میں کبار اولیا اللہ نے بہت کچھ فرمایا ہے اور بہت کچھ اس پر لکھا بھی جا چکا ہے مگر چونکہ علوم و معارف روز بروز ترقی پر ہیں اس لئے وہ کسی ایک ایسی حد پر نہیں ٹھہر سکتے جس کے بعد کچھ اور لکھنے اور کہنے کی گنجائش بالکل نہ رہے ادھر جتنا زمانہ مادی ترقیات میں بڑھتا جا رہا ہے اسی قدر تصوف و روحانیت کی طرف سے عوام و خواص میں بُعد ہوتا جا رہا ہے جس کے اثرات نہ صرف مخصوص معاشرہ، مخصوص جماعت، مخصوص طبقہ پر بلکہ پورے خطۂ ارض پر منفی واقع ہو رہے ہیں، عقائد ہوں یا عبادات معاملات ہوں یا اخلاق۔

الغرض زندگی کے تمام شعبے بے جان اور غلط رخ پر چلے جا رہے ہیں اس لئے شدید ضرورت ہے کہ زائد سے زائد تصوف کی حقیقت اور اس کی برکات سے پردہ اٹھایا جائے تاکہ پھر انسان روحانیت سے مشرف ہو کر انسانیت کی صحیح خدمت کر سکے جیسا کہ اکابر صوفیاء نے بلا امتیاز و تفریق مکمل انسانیت کی خدمت فرمائی اور اس طرح وہ حضرات مخلوق پر اللہ کا فضل عظیم ثابت ہوئے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس لائن میں بعض قطاع طریق جن کو کتاب و سنت اور سیرت سلف سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے داخل ہو گئے جنہوں نے دنیائے دنی کے حصول کے لئے اس کو ذریعہ و پیشہ بنا کر اللہ کی بے شمار مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے اور کر رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ایسے افراد سے بچا جائے اور ان کی وجہ سے اس عظیم شرف سے بہت سے صحیح فکر لوگوں کے دل و دماغ میں جو خدشات اور خلجان واقع ہو گئے ہیں وہ دور ہوں اور وہ جان جائیں کہ

تصوف قرآن وحدیث کی روح اورلب لباب ہے، قرآن وسنت کے خلاف کوئی انوکھی اور عجیب شئ نہیں ہے ۔

ان مذکورہ بالا اسباب نے اس طرف متوجہ کیا کہ چند باتیں جو اکابر اولیاء صلحاء امت کے کلام میں نظر سے گذریں اور متفرق طور پر متفرق کاغذات کے اندر محفوظ تھیں ان کو مختصر طور پر جمع کر دیا جائے تاکہ طالبین حقیقت کے لئے سمجھنے میں سہولت ہو اور ناکارہ ظلوم وجہول کے لئے سرمایہ سعادت ہو کہ خود تو بہت دور ہے شاید اس تحریر کی برکت سے کوئی اہل دل متوجہ ہوجائے اور ناکارہ کے لئے بھی دل سے دعا کردے اور کام بن جائے کیونکہ بسا اوقات مُبلَّغ یعنی جس کو پہنچایا جارہا ہے مبلِّغ یعنی پہنچانے والے سے زیادہ سمجھنے یاد کرنے اور عمل کرنے والا ہوتا ہے اس لئے فخر دوعالم ﷺ نے تبلیغ کی ہدایت فرمائی ہے۔

الحمد للہ بندہ کی یہ کتاب حلقۂ اکابر اور احباب میں بے حد مقبول ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن عرصۂ دراز ہوئے ختم ہوگیا اور فرمائش بڑھتی گئی اس لئے دوبارہ طبع کرایا جارہا ہے یہ بندۂ ناکارہ کی بڑی سعادت ہے کہ میرے بعض بزرگوں نے اس کتاب کو دیکھ کر بندہ پر خصوصی توجہ فرمائی اللہ پاک انکی عمروں میں خوب برکت فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے امت کو مستفیض فرمائے! آمین ثم آمین

والسلام

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث والافتاء وجامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

باب اول

ولایت کی حقیقت

''اور اولیاء اللہ سے محبت رکھنا'' اور ان کی عداوت سے بچنا۔

اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَـآءَ اللّٰـهِ لَا خَـوْفٌ عَـلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْ وَكَانُوْ يَتَّقُوْن۔

نیز فرمایا اِنَّ اللّٰه مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْن ۔

ترجمہ بیشک اللہ کے نیک بندوں پر (بروز قیامت) نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے یعنی وہ حضرات جو اللہ پاک پر مکمل طور پر ایمان رکھتے تھے اور اللہ پاک سے ڈرتے تھے جس کے نتیجہ میں وہ سارے ہی گناہوں سے بچتے تھے اور بیشک اللہ سبحانہ وتعالی ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ولایت و بزرگی کا مدار اصل دو چیزیں ہیں۔

(۱) ایمان کامل اور تقویٰ وطہارت اور ان دونوں چیزوں میں چونکہ لوگ مختلف استعداد اور مختلف درجات کے ہوتے ہیں بعض اعلی اور کامل اور بعض ادنی اور ناقص اس وجہ سے ولایت کے بھی درجات ہوں گے بعض ولی کامل ہوں گے اور بعض ولی ناقص ہوں گے سارے مسلمان اس اعتبار سے کہ کفر وشرک سے بچتے ہیں

جو اعلیٰ درجہ کی گمراہی وضلالت ہے ولی ہیں اگر اسکے ساتھ تقویٰ بھی مل جائے تو وہ ولی کامل بن جائیں گے اور مقصودِ اصلی پا جائیں گے، مگر ایمان اور تقوی میں کمال پیدا کرنے کے لئے حالات ماحول اور ذرائع کی ضرورت ہے جن کو ساتھ لیکر قرب باری تعالیٰ کا حاصل کیا جاسکے وہی اسباب وذرائع اولیاء اللہ کی جماعت منصورہ ہے ان کا طریق انبیاء کا طریق ہے اور وہ انبیاء کے قریب کرنے میں بہترین رفیق ہیں:

جیسا کہ خداوندقدوس نے فرمایا: وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا اس لئے طریق حق میں رفیق راہ بہت ضروری ہے کیونکہ اس راستہ میں شیطان اور نفس امارہ کی خطرناک سازشوں اور اسکیموں سے واقف ہونا انتہائی ضروری ہے جو از خود ممکن نہیں ہے اسکا واقف ماہر وہی ہوسکتا ہے جو اس راہ سے گذر چکا ہو اس کا اتباع کیا جائے:

جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ، میری طرف رخ کرنے والے کی راہ کی اتباع کر تب تو میرے ساتھ واصل ہوگا، اس راہ میں چلنے چلانے کا نام تصوف ہے جس سے مقصود قلب کو اخلاق رذیلہ سے صاف کر کے اللہ پاک کی معرفت ومحبت، تعلق وعشق کا حاصل کرنا ہے اور جب یہ امور حاصل ہو جائیں گے تو ولی کامل ہو جائے گا کشف وکرامات اسکے لئے لازم نہیں ہیں اگر لازم ہوتے تو باری تعالیٰ ایمان اور تقوی کی طرح ان کو بھی ضرور بیان

فرمادیتے۔

(۲) عن ابی ھُریرۃؓ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہ عزوجلَّ قَالَ مَنْ آذی لِیْ وَلِیاً فَقَدْ آذَنْتُہ بِالْحَرْبِ وَمَا تقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِشَئی افضلُ من اَدَاءِ مَاافتر ضت علیہ وما یزالُ عبدی یتقربُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حتی اُحِبَّہ فَاِذَااَحْبَبْتُہ کُنْتُ سمعہ الذی یَسْمَعُ بِہٖ وبصرہ الذی یُبْصُرُبِہٖ ویدہ التی یبطِشُ بھا ورجلہ التی یمشی بھا فلئن سالنی عبدی اعطیتُہ ولئن استعاذنی لاعذتہ وماترددت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت واکرہ اسائتہ اومساء تہ۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد اول ص ۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے جس شخص نے میرے ولی کو تکلیف دی اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں اور جو میرا بندہ میرا اقرب حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے فرائض کی ادائیگی سے بہتر کچھ اور نہیں ہے کہ فرائض سے بے انتہا قربِ باری حاصل ہوتا ہے اور جب میرا بندہ نوافل کی کثرت سے میرا اقرب حاصل کرتا ہے تو میرے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور

پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اس حالت میں میرا بندہ مجھ سے جو مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں اور جس چیز سے پناہ مانگتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہوں اور مجھے کسی کام کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہوتا جیسا کہ اس وقت تردد ہوتا ہے کہ میں اپنے مؤمن بندہ کی روح نکالتا ہوں اور وہ موت کو ناگوار سمجھتا ہے۔

فائدہ:۔ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اعمال سے تقربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے وہ یا تو فرائض ہیں یا نوافل اور سنن واجبات آداب وغیرہ سب انہیں دونوں میں شامل ہیں پھران دونوں میں فرائض کا مقام ارفع واعلی ہے امام ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ الباری ارقام فرماتے ہیں :نوافل کی فرائض کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے اپنے وقت پر کسی فرائض کی ادائیگی ایک ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے اگر چہ وہ خالص نیت کے ساتھ ادا کئے جائیں ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں جماعت کے ساتھ ایک فرض نماز کی ادائیگی ان ہزاروں چلوں سے بہتر ہے جن میں فرائض کو ضائع کر دیا گیا ہو۔ اقوال سلف ر ص ۴۲۱ ر ص ۵۲۱ ر) حصہ اول مکتوب نمبر ۲۹)

بہر حال وہ تقرب مطلوب ہے جس میں فرائض اور نوافل کا اہتمام اور انتظام شامل ہو اسی کے ساتھ ساتھ اخلاق کی درستگی معاملات کی صفائی کبائر وصغائر سے بچنا بھی ضروری ہے ان کو ضائع کر کے دیگر رسوم میں مشغولی طریق نبوۃ کے بھی خلاف ہے اور طریق ولایت کے بھی خلاف ہے اگر چہ جاہل صوفیاء اور بدعتی پیر اس

کو بڑا کمال سمجھتے ہوں مگر اصل کمال وہ ہے جس کو اولیاء اللہ کے سردار رحمتِ عالم ﷺ نے بیان فرمایا ہے نیز حدیث پاک سے معلوم ہوگیا کہ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا اوران کوتکالیف پہنچانا خداوند عالم سے جنگ کرنا ہے اور جو اللہ پاک سے جنگ کریگا تو وہ اپنا انجام سوچ لے کہ سوائے ہلاکت وبربادی کے اور کیا حاصل کر سکے گا اللہ پاک اولیاء کی عداوت سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں ان سے محبت وعقیدت رکھ کر فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے ،جن لوگوں نے اولیاء اللہ سے محبت وعقیدت رکھی وہ کامیاب ہوئے اور جنہوں نے اس کے خلاف کیا وہ ناکام ہوئے اس راستہ میں سب سے پہلی چیز مشائخ طریقت سے محبت وعقیدت ہی ہے۔

پھر محبت اورعقیدت کے ساتھ ان سے ربط رکھنا ان کی خدمت میں جانا اورآداب کا خیال کرنا اگر محبت بھی رکھی اور خدمت بھی کی لیکن آداب کا خیال نہیں رکھا تب بھی خاطر خواہ فائدہ جوتزکیۂ نفس اورتطہیر باطن کے لئے درکار ہے نہ ہوگا ،چنانچہ حضرت اقدس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے ایک صاحب کے جواب میں جنہوں نے شیخ سے نفع نہ ہونیکی شکایت کی تھی تحریر فرمایا کہ آپ نے فقراء کی خدمت تو بہت کی لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تاکہ اس پر ثمرہ ونتیجہ برآمد ہوتا۔

نیز تحریر فرمایا کہ (فقراء) یعنی مشائخ صوفیاء سے آشنائی اور ملاقات

سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور اپنی کمینی مخفی حرکات سے واقف ہو اور مطلع ہو جائے اور ان سے باز رہے سبحان اللہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے ان چند جملوں میں اس قدر اہم اور ضروری تنبیہ فرمائی ہے جس سے بہت سے سالکین غافل رہتے ہیں اول تو ایک طبقہ ایسا ہے کہ اس راستہ میں لگتا ہی نہیں اور جو طبقہ لگتا بھی ہے اس میں بھی بہت سے ایسے ہیں جو اس راستہ کے آداب اور معاملات سے بالکل بے خبر ہیں جس کی وجہ سے مشائخ کے پاس جا کر بھی اصلاح نہیں ہوتی قصور اپنا ہوتا ہے اور منسوب اس کو مشائخ کی طرف کیا جاتا ہے یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ نقصان اور خسران کن اسباب اور وجوہات کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔

اشعار

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں	کہیں عاشق میں بھی انداز جفا ہوتے ہیں
چھیڑ ہوتی ہے محبت میں یقیناً حضرت	ظلم ہے آپ جو اس پر بھی خفا ہوتے ہیں
ان کی ہر بات میں ہے روح محبت پنہاں	جو ہیں نادان وہی ان سے خفا ہوتے ہیں
جو نہ تلخی میں بھی شیرینی کی لذت پائیں	ایسے نادان کہیں اہل وفا ہوتے ہیں
راہِ الفت میں قدم سوچ سمجھ کر رکھیں	سیکڑوں فتنے یہاں روز بپا ہوتے ہیں
وہ جو کہتے ہیں محبت ہی سے کہتے ہیں فقط	دور کینہ سے بہت اہلِ صفا ہوتے ہیں
ناز اٹھاتے ہیں خوشی سے جو ہیں پابندِ نیاز	بس وہی بندۂ تسلیم و رضا ہوتے ہیں

از عرفان محبت رص ۱۶۴

باب دوم :۔

اولیاء اللہ کی ظاہری صفات

اس کے بعد ہمیں یہ بھی معلوم کرنا بے حد ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کی صفات وکمالات کیا ہیں تاکہ ہم ان کو پہچان سکیں ان کی اتباع وتقلید کر سکیں حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی دو قسم کی صفات ہوتی ہیں (۱) ظاہرہ (۲) باطنہ ،اول قسم کی صفات کی طرف بعض احادیث شریفہ میں اشارہ ہے

چنانچہ عمرو ابن الجموحؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ میرے بندے اور دوست وہ ہیں جو مجھے یاد کرنے کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں اور میں ان کے ذکر کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہوں نیز حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں فرمایا وہ حضرات ہیں کہ جب ان کی زیارت ہوتی ہے تو اللہ پاک یاد آتے ہیں: **الذین اذا رؤا ذکر اللّٰہ عزّوجلّ،** نیز حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے آدمی کون ہیں فرمایا **الذین اذا رؤا ذکر اللّٰہ** یعنی جب ان کی زیارت ہو تو اللہ پاک کی یاد تازہ ہو جائے۔

(حلیۃ الاولیاء ،ص ۶ ،ج ۱ ،)

باب سوم:

باطنی صفات

(۱) دوام ذکر و فکر کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔

(۲) فتن سے احتراز کرتے ہیں محن میں واقع ہوتے ہیں مصائب و آلام سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۳) اکثر طعام ولباس میں کمزور حال ہوتے ہیں گو بعد میں اللہ پاک فراخی اور وسعت کا باب مفتوح کر دیتے ہیں قسم کے سچے ہوتے ہیں اللہ پاک ان کی قسم کی لاج رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت انسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ بعض ضعیف و کمزور سمجھے جانے والے پرانی سی چادر (لباس) والے دل کے سچے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ پاک پر اعتماد کر کے کوئی قسم کھالیں تو اللہ پاک وہ کام کر کے رہتے ہیں۔

(۴) ان کا یقین اس قدر مضبوط و مستحکم ہوتا ہے کہ پتھر کی سخت چٹانیں پھٹ جائیں اور سمندر جاری ہو جائیں، **چنانچہ** حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک مریض کے کان میں کچھ پڑھا اور اس کو افاقہ ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ تم نے کیا پڑھا تھا عرض کیا کہ بندہ نے **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً** ۰ الایۃ والی آیت پڑھی تھی اسپر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اگر کوئی یقین کامل کے ساتھ اس کو پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ بھی ہٹ جائے۔

نیز سہم بن منجاب کہتے ہیں کہ ہم حضرت علاء ابن الحضرمیؓ کے ساتھ ایک جہاد میں تھے ایک جگہ ہمارے درمیان سمندر آپڑا حضرت علاء ابن الحضرمیؓ نے **یاعلیمُ یا حلیمُ، یا علیُّ، یا عظیمُ، اَنَا عُبَیْدُكَ وفی سبیلك نقاتل عدوك اللهم اجعل لنا الیهم سبیلاً** دعا کر کے قدم رکھ دیا اور ہم سب ساتھ ساتھ تھے الحمد للہ خیریت سے دریا عبور کر گئے دریا نے ہمارے لئے راستہ کر دیا اس واقعہ میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے عامل کسری نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا کہ ہم لوگ ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (کذا فی حلیۃ الاولیاء، ص ۸، ج ۱)

اُسد الغابہ میں حضرت علاء ابن الحضرمیؓ کے احوال میں فرمایا ہے۔

کان مجاب الدعوہ وانہ فاض البحر بکلمات دعابھا کہ آپ مستجاب الدعوات تھے اور کچھ کلمات پڑھ کر دعا کرتے ہوئے سمندر میں گھس گئے تھے سبحان اللہ العظیم یہ ان حضرات کے ایمان اور یقین کامل کی برکت اور کرامت تھی۔

(۵) حضرات اولیاء اللہ عبادت میں امت کے دیگر افراد سے آگے ہوتے ہیں اور ان کے اخلاص کی برکت سے لوگوں کی نصرت ہوتی اور بارشیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ بہت سے اولیاء کرام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان سے نصرت اور بارش وغیرہ کے لئے کہتے ہیں اور وہ دعا کرتے ہیں اللہ پاک فضل فرماتے ہیں اور لوگوں کا فائدہ ہوتا ہے۔

(۶) حضرات اولیاء اللہ دنیاء کی حقیقت پر نگاہ رکھتے ہیں اس لئے اس کو چھوڑ دیتے ہیں، اسکی رونق و جمال پر فریفتہ نہیں ہوتے ہیں اور نہ اس کی خوشیوں سے غرور و دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے ان کے حواریوں نے معلوم کیا کہ وہ اولیاء جن پر خوف اور غم نہ ہوگا وہ کیسے ہوتے ہیں۔

فرمایا وہ حضرات ہیں کہ جب لوگ دنیاء میں مگن ہوتے ہیں اور اس کے ظاہر پر عاشق ہوتے ہیں اس وقت وہ حضرات اس کے باطن پر مطلع ہوتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں دنیا کی ان کی نظروں میں کوئی حیثیت اور قدر نہیں ہوتی ہے موت کے ذکر کو زندہ رکھتے ہیں اور زندگی کے ذکر کو مردہ رکھتے ہیں اللہ پاک سے محبت کرتے ہیں اور اس کے ذکر کے عاشق ہوتے ہیں اللہ پاک کے نور سے روشن ہوتے ہیں ان کی خیر و برکت عجیب ہی ہوتی ہے کتاب اللہ کے ساتھ قائم دائم ہوتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ہر وقت کتاب اللہ کا نطق کرتے ہیں اس کے شیدائی ہوتے ہیں۔

(۷) دنیائے ذلیل حقیر وفانی کی طرف نظر اغترار سے محفوظ ہوتے ہیں یعنی اس کو دیکھ کر اس کے دھوکہ میں مبتلا نہیں ہوتے کہ ہمارے پاس بھی ایسی دنیا ہوتی اور ہمیں بھی دنیا کے مزے حاصل ہوتے بلکہ اس دنیاء میں اپنے محبوب سبحانہ وتعالیٰ کے کرشموں کو دیکھا کرتے ہیں اور عبرت وبصیرت حاصل کرتے ہیں۔

چنانچہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ پاک نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے پاس اس کی ہدایت کے لئے بھیجا تو فرمایا کہ اس کے لباس اور اس کی زیب وزینت سے مرعوب نہ ہونا اور نہ اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا اور اسکی پیشانی میرے قبضہ میں ہے اس کی اور اسکے مال ومتاع اور حکومت ودولت کی ہماری نظروں میں کوئی وقعت ومنزلت نہیں ہے اس کی چمک دمک کی طرف نظر پسندیدگی مت ڈالنا اگر ہم چاہتے تو آپ دونوں کو اس سے بھی زیادہ دیدیتے مگر میں نے آپ حضرات کو یہ سب نہیں دیا تاکہ دنیا کا عیش وآرام مال ودولت آپ لوگوں کے اخروی کمالات اور درجات جنت کی نعمتوں اور برکتوں میں کوئی کمی نہ آجائے اور میں اپنے اولیاء کو دنیا میں اس طرح دیا کرتا ہوں جس طرح کہ راعی اپنے جانوروں کو چارہ دیتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ سے ان کے مراتب کو بلند کروں اور ان کے قلوب کو پاک کروں اور ایسی علامات اور نورانیت عطا کروں جس سے وہ آخرت میں ممتاز ہوکر پہچانے جائیں اور دنیا والوں پر روز محشر میں فخر کریں۔

نیز اس بات کو جان لو کہ جو میرے اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتا ہے میرا اس سے کھلم کھلا جنگ کا اعلان ہے اور میں اس سے اپنے اولیاء کا بدلہ لوں گا ان لوگوں کو دنیا میں جو کچھ ملا ہوا ہے یہ سب عارضی اشیاء ہے دائمی اور حقیقی نعمت، اخروی نعمت ہے اور وہ متقی لوگوں کے لئے ہوگی جو دنیاء میں مسکنت اور خشوع کے ساتھ رہتے

تھے ان کے چہروں پر سجدہ کے نشان تھے وہ میرے دوست ہیں جب تم ان سے ملوتو محبت ونرمی کے ساتھ پیش آؤ اور دل اور زبان کو ان کے لئے نرم کرو۔

(کذا فی حلیۃ الاولیاء ص ۱۱ ج ۱)

(۸) اولیاء اللہ مصابیح الدُجیٰ ، ینابیع الرشد ہوتے ہیں

یعنی تاریکیوں میں چراغ، اور رشد وہدایت کے سرچشمہ ہوتے ہیں چنانچہ ابوقلابہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضرت معاذ بن جبل کے پاس سے گذرے وہ زار وقطار رو رہے تھے پوچھا کیوں روتے ہو؟ جواب میں کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا اللہ پاک کے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ بندے متقی لوگ ہیں جو مخفی ہوتے ہیں شہرت سے مجتنب رہنے کی کوشش کرتے ہیں جب غائب ہوجاتے ہیں ان کی تلاش نہیں کی جاتی اور جب موجود ہوتے ہیں تو لوگ ان کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہچانتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہوتے ہیں اللہ پاک کی طرف سے ان کا انتخاب واختصاص ہوتا ہے اور یہ حضرات اخلاص کی برکت سے ظاہری تصنع سے پاک ہوتے ہیں۔ (کذا فی حلیۃ الاولیاء ص ۱۵ ج ۱)

(۹) یہ حضرات اللہ پاک کی مضبوط رسی کو پکڑے ہوتے ہیں اور جو ضرورت سے زائد ہوتا ہے اس کو خرچ کرتے ہیں اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے کیا تم جانتے ہو اللہ پاک کے سایہ رحمت کی طرف سبقت کرنے والے کون حضرات ہیں عرض کیا اللہ اور ان کے رسول کو زیادہ علم ہے وہ ہی بتائیں گے فرمایا وہ لوگ جو حق قبول کرتے ہیں اور جب ان سے سوال ہوتا ہے خرچ کرتے ہیں اور جب فیصلہ کرتے ہیں تو انصاف کرتے ہیں۔ (کذا فی حلیۃ الاولیاء ص ۱۶ / ج ۱)

(۱۰) یہ حضرات ظاہری طور پر شاداں وفرحاں نظر آتے ہیں اور باطنی طور پر غم زدہ **متفکر فی الآخرۃ** ہوتے ہیں، باری تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا اور اشتیاق سے خوش اور مسرور اور فراق کے خوف سے بے چین اور مضطرب ہوتے ہیں، جیسا کہ بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے بہترین افراد وہ حضرات ہیں جو اللہ پاک کی رحمت واسعہ کو دیکھ کر بظاہر مسکراتے معلوم ہوتے ہیں مگر عذاب خداوندی کے خوف سے اندر اندر روتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح وشام یاد کرتے ہیں اور زبان ودل سے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اپنے رب کے سامنے ہاتھ اٹھائے ہوتے ہیں اور قلوب سے اللہ پاک کے مشتاق ہوتے ہیں، لوگوں پر ان کا بار کم ہوتا ہے مگر خود وہ زیادہ محسوس کرتے ہیں زمین پر آہستہ چلتے ہیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو سکون اور وقار سے چلتے ہیں برہان کی اتباع کرتے ہیں، فرقان حمید کی تلاوت کرتے ہیں اور اللہ کے حضور میں طاعات کا نذرانہ پیش کرتے ہیں نیز اللہ پاک کی طرف ہمہ وقت متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی نگرانی وحفاظت کی جاتی ہے ان پر اللہ

پاک کی خصوصی نعمتیں ہوتی ہیں، بلاد میں فکر کرتے ہیں عباد میں خیر تلاش کرتے ہیں ان کے اجسام زمین پر ہوتے ہیں اور نظریں آسمان میں ہوتی ہیں، جان فرش پر اور دل عرش پر روح دنیا میں اور عقل آخرت میں کارفرما ہوتی ہے ان کی قبریں دنیا میں ہوتی ہیں اور ان کا مقام **مليك مقتدر** کے یہاں ہوتا ہے۔ (کذا حلیہ ص ۱۶/۱)

(۱۱) **حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بلاتاخیر مبادرت کرتے ہیں اور جملہ طاعات الٰہیہ ربانیہ کو بلا کمی کے مکمل ادا کرتے ہیں۔**

(۱۲) ان کو دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہوتی ہے آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے دنیا سے نفرت پیدا ہوتی ہے ان کی مصاحبت سے اخلاق فاضلہ میں رسوخ وکمال پیدا ہوتا ہے اللہ کریم یہ صفات ہمیں بھی نصیب فرمائے! آمین!

(۱۳) مخلوق خدا کی طرف سفیر ہوتے ہیں اور حق جل مجدہ کی طرف چلتے ہیں تقوی ان کا رقیب ہوتا ہے اور قرآن ان کا دلیل ورہنما ہوتا ہے خوف ان کی حجت اور احتیاط ان کا ساتھی، خوف ومحبت ان کا شعار، نماز ان کا کہف وغار، اور صیام ان کی ڈھال، صدقہ خلاصی کا سبب، صدق تدبیر، صفا وزیر، حیا امیر، اور حق کے اسیر وغلام ہوتے ہیں (حلیۃ الاولیاء ص ۲۶)

(۱۴) حق کی محبت میں زندہ رہتے ہیں اور حق میں فناء ہوتے ہیں اللہ اور ان کے رسول ان کو سب سے محبوب ہوتے ہیں کفر وشرک سے آگ کی طرح بھاگتے اور بچتے ہیں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ہی بغض ونفرت رکھتے ہیں اللہ کے لئے ہی

دیتے ہیں اور اللہ کے لئے ہی منع کرتے ہیں اور یہی ایمان کے کمال کی دلیل وعلامت ہے جیسا کہ رسول کرم ﷺ نے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے یہ تمام صفات جو اوپر بیان کی گئی ہیں قرآن وحدیث کا ایک عمدہ اور جامع خلاصہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مختلف آیات میں ان صفات سے متصف حضرات کی تعریف فرمائی ہے جو قرآن پاک سمجھ کر پڑھنے والے پر مخفی نہیں۔

اشعار

عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم

چل پڑے احمد مگر ہیں راہ سے بیگانہ ہم	کس طرح پہنچیں گے آخر تا درِ جانانہ ہم
نقل سے کیوں ہو رہے ہیں اس قدر بیگانہ ہم	عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم
بھول بیٹھے اللہ اللہ مشربِ رندانہ ہم	اپنے ہاتھوں توڑ بیٹھے ساغر وپیمانہ ہم
جارہے ہیں شوق سے اب جانب بتخانہ ہم	مست ہوکر کہہ رہے ہیں ہوگئے فرزانہ ہم
کس طرح توحید وسنت کا مزاہم کو ملے	جب نہیں شمعِ رسالت کے بنے پروانہ ہم
جامِ الفت کا مزہ جب ہم نے چکّھا ہی نہیں	مکر سے پھر کیوں لگائیں نعرۂ مستانہ ہم
نعمتوں سے ان کی جب ہر آن ہم ہیں مستفیض	کس لئے کرتے نہیں پھر سجدۂ شکرانہ ہم
دل لرزتا ہے ہمارا کیا کہیں، کس سے کہیں	ان کی چشمِ مست سے کیونکر ترک کریں یارانہ ہم
جامِ الفت کیوں ملے کیونکر ملے کیسے ملے	آہ جاتے ہی نہیں جب جانب میخانہ ہم

از عرفانِ محبت / ص ۷۰ /

باب چھارم:۔

اولیاء کرام صوفیاء عظام کی مزید ۱۲عمدہ خوبیاں

حضرت ابراہیم خواصؒ جنکا شمار کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی ۱۲ عمدہ خصال اور عادتیں ہیں۔

(۱) اللہ پاک کے وعدوں پر ان کو اطمینان کامل حاصل ہوتا ہے۔

(۲) مخلوق سے مایوس ہوتے ہیں ان سے امیدیں وابستہ نہیں رکھتے ہیں صرف خالق تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں اور بس۔

(۳) اللہ پاک کے حکم کو غور سے سنتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔

(۴) ساری مخلوق پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں

(۵) مخلوق سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرتے ہیں نہ انتقام لیتے ہیں اور نہ شکوہ کرتے ہیں۔

(۶) متواضع اور منکسر المز اج ہوتے ہیں۔

(۷) جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہیں۔

(۸) اللہ پاک کی معرفت میں مشغول رہتے ہیں اسی میں ترقی کرتے ہیں۔

(۹) ہمیشہ طہارت پر رہتے ہیں۔

(۱۰) فقر و فاقہ سے محبت رکھتے ہیں۔

(۱۱) قانع اور راضی بتقدیر الٰہی رہتے ہیں قلیل ہو یا کثیر اچھی حالت ہو یا نا گواری کی حالت ہو۔

(۱۲) شیاطین کے ساتھ عداوت کا معاملہ رکھتے ہیں۔ (کذا فی اللمع)

اللہ پاک ہمیں بھی یہ صفات نصیب فرمائے آمین!

اشعار

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے	نبیؐ کا جو کوئی سچّا غلام ہوجائے
کبھی نہ مجھکو تمنا ہو باغ رضواں کی	اگر مدینہ میں میرا قیام ہوجائے
زباں پہ جاری رہے ہر گھڑی درود وسلام	ہمارا بس یہی دن رات کام ہوجائے
خدا کا بھی وہی محبوبِ خاص ہوتا ہے	جو کوئی عاشقِ خیرالانام ہوجائے
خدا کے ذکر میں دن رات میں رہوں مشغول	تمام عمر اسی میں تمام ہوجائے
وہ خوش نصیب جسے فیضِ خاص پہونچا ہے	جہاں میں اس کا نہ کیوں فیض عام ہوجائے
نگاہِ لطف سے گر آپ دیکھ لیں سرکار	نہ ذرّہ کس لئے ماہِ تمام ہوجائے
جودل سے سید عالم کی اتباع کرے	وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہوجائے
الٰہی ابتو شفیع الامم کے صدقے میں	مدینہ جانے کا پھر انتظام ہوجائے
حضورِ دل سے رہیں ان کی یاد میں مشغول	ہمارا شغل یہی صبح وشام ہوجائے

از عرفان محبت ؍ص ۳۶

باب پنجم:۔

حقیقت تصوف

حضرت شیخ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء فرماتے ہیں کہ ارباب اشارات کے یہاں تصوف صفا اور وفاء سے ماخوذ ہے یعنی جس کا قلب کدورات نفسانیہ سے صاف و پاک ہو اور وفا شعار بھی ہو یعنی خالق ومخلوق کے حقوق کو ادا کرتا ہو وہ حقیقتاً صوفی ہے محض صوف (اون) کا لباس پہننے سے آدمی صوفی نہیں بن جائے گا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ تصوف میں بنیادی ارکان چار چیزیں ہیں۔

(۱) معرفت باری تعالی شانہ (۲) معرفت اسماء باری تعالی صفات باری تعالی افعال باری تعالی (۳) نفس اس کے شرور وفساد، دواعی معصیت، شیطان دشمن کے وساوس پر اطلاع اور اس کے مکائد واضلال وغوایت کے طرق پر واقفیت (۴) دنیا اور اس کا غرور، تلون، اس کے جال سے نکلنے کی سبیلیں جاننا پھر جب ان پر بنیاد قائم ہو جائے تو اب دوام مجاہدہ، حفظ اوقات طاعات کو غنیمت سمجھنا اور راحتوں کو ترک کرنا اختیار کرے اور اس راستہ میں حضرات صحابہ کرامؓ مہاجرین وانصار کی طرح عروض وعقار، سامان وزمین ترک کرے اور بذل وایثار اختیار کرے اور اپنے دین کے تحفظ کے لئے پہاڑوں اور جنگلات کا رخ کرے جب

کہ اس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو جیسا کہ ایک زمانہ میں اس کی ضرورت پڑے گی اور شہرت سے بھاگے مخفی طور پر زندگی گذارے تا کہ لوگ کم جانیں کہ یہ کیا مقام و مرتبہ رکھتا ہے تو ایسے حضرات اتقیاء اور اخفیاء شمار ہوتے ہیں ان کے عقائد صحیح ہوتے ہیں اور ان کا باطن درست ہوتا ہے بعض روایات میں ہے کہ اللہ پاک ایسے بندوں کو پسند فرماتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں اور غیر مشہور اس طرح بعض روایات میں ہے کہ سب سے زیادہ قابل غبطہ لائق رشک وہ آدمی ہے جو مال و دولت کے اعتبار سے کم ہو مگر بہت دین دار ہو نماز وصوم اور دیگر عبادات میں مشغول رہتا ہو چپکے چپکے اللہ اللہ کرتا رہتا ہو معیشت بقدر گذارہ رکھتا ہو اس حالت پر اس کی موت آ گئی رونے والے بھی کم اور ترکہ بھی کم چھوڑا۔ (حلیۃ الاولیاء رص ۲۵ رج ۱ر)

حلیۃ الاولیاء میں ان سب چیزوں پر روایات سے استدلال کیا گیا ہے جن کو وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ (رص ۲۵ رج ۱)

اشعار

کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم

فرقت میں تیری یاد سے اور ذکر و فکر سے یوں شعلہ ہائے عشق کو بھڑکا رہے ہیں ہم
محفل میں آج سازِ محبت کو چھیڑ کر جو اہل عشق ہیں انہیں تڑپا رہے ہیں ہم
ہر چیز کو نگاہِ محبت سے دیکھ کر طوفان بحرِ عشق میں اب لا رہے ہیں ہم
یہ راز وہ ہے جس کو سمجھتے ہیں اہل عشق کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم
احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر گو ساتھ جا رہے ہیں تیرے آ رہے ہیں ہم

از عرفانِ محبت رص ۶۸

باب ششم :۔

تصوف کی تعریفات

(۱) امام ابونعیمؒ مصنف حلیۃ الاولیاء فرماتے ہیں **التصوف احوال قاهرة واخلاق طاهرة** یعنی اخلاق رذیلہ کو کنٹرول میں رکھنا ان سے بچنا ان کو دبانا ختم کرنے کی کوشش کرنا اور اخلاق حمیدہ طاہرہ کو پیدا کرنا ان کو ظاہر کرنا ان کو استعمال کرنا ان کو پسند کرنا۔

حضرت ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوۃ رص ۱۱۹ ار پر فرماتے ہیں کہ رذائل تو کثیر ہیں مگر اصول دس ہیں کثرت طعام، کثرت کلام، غضب کی کثرت، حسد، بخل حب مال، حب جاہ، کبر، خود پسندی جس کو عجب واعجاب کہتے ہیں ریاء کاری، ان سب سے اجتناب کی کوشش وفکر کرنا ہے اور فضائل بھی کثیر مگر اصول دس ہیں، توبہ، خوف، زہد، صبر، شکر، اخلاص، توکل، محبت، رضاء الٰہی کا حصول، رضاء بالقضاء اور فکر آخرت کو حاصل کرنا ہے۔

حضرت امام ابونعیمؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ارباب قلب اخلاص اور ریاء کاری میں بہت جلد فرق کر لیتے ہیں خطرات نفسانیہ سے گہری واقفیت رکھتے ہیں ہمت وعزیمت اور نیت صالحہ، صادقہ کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں ضمائر وقلوب کا محاسبہ کرنے والے ہوتے ہیں نفس کی مخالفت کرتے ہیں شیطان وسواس خناس

سے بچنے کی فکر کرتے ہیں ۔ دائم التفکر ہوتے ہیں اور تذکر آخرت پر قائم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب ووصال تلاش کرتے ہیں اور قرب وصال سے دور کرنے والے جملہ احوال سے دور بھاگتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء رص ۲۷رج ر۔ا

(۲) روحانیت وتصوف کے امام حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے **الخروج عن کل خلق د نی والدخول فی کل خلق سنی**، کا یعنی بری عادات واخلاق سے نکلنے اور اچھے پاکیزہ اخلاق میں داخل ہونے کا، نیز حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نام ہے دس معانی کا۔

(۱) دنیوی ہر شئی میں تقلیل کرنا امور آخرت میں تکثیر کے ساتھ۔

(۲) اللہ پاک پر دل سے اعتماد کرنا تا کہ سکون قلبی حاصل ہو۔

(۳) طاعات فرائض ونوافل میں رغبت کرنا شوق کے ساتھ اشتغال رکھنا۔

(۴) حلال وحرام کی تمیز کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔

(۵) دنیا کی کمی پر صبر کرنا نہ سوال کرنا اور نہ شکوہ وشکایت کرنا۔

(۶) اللہ پاک کے ساتھ ایسا مشغول ہونا کہ دوسرے اشتغال ترک ہوجائیں۔

(۷) ذکر خفی پر مداومت کرنا (الحمد للہ سلسلۂ نقشبندیہ میں اس پر بہت زور دیا جاتا ہے)۔

(۸) اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی سعی اور کوشش کرنا۔

(۹) ایمان ویقین کو مستحکم ومضبوط کرنے کی تدابیر کرنا۔

(۱۰) اضطراب ووحشت میں اللہ پاک سے سکون واطمینان حاصل کرنا جب یہ سب خصلتیں متحقق ہوجائیں تب تصوف صادق ہوگا ورنہ کاذب رہے گا۔

(حلیۃ الاولیاء رص ۲۲ رج ار)

سبحان الله العظيم حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے کتنے حقائق اور معارف بیان فرمائے ہیں ان میں سے ہر ایک پر بے شمار آیات وروایات دلالت ووضاحت کرتی ہیں ،مثلاً ایک موقع پر اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک کے یہاں دنیوی مال ودولت کی کوئی قدر نہیں ہے نہ اس کا دیا جانا اللہ پاک کے یہاں کسی شرافت اور قرب وجاہت کی دلیل وعلامت ہے بلکہ یہ چیزیں اللہ پاک کے یہاں بالکل بے قدر اور حقیر ہیں اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ پاک کافروں کے مکان کی چھتیں زینے اور دروازے تخت اور چوکیاں سب سونے اور چاندی کی بنا دیتے مگر اس صورت میں انسانون کا ایک ناسمجھ طبقہ یہ دیکھ کر گمراہ ہوجاتا اور یہ سمجھ بیٹھتا کہ یہ لوگ حق پر ہیں ،جبھی تو ان کو یہ سب کچھ ملا ہوا ہے اس لئے اللہ پاک نے ایسا نہیں ہونے دیا اور ان چیزوں کی حقارت اور ذلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ط وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ط وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ط

ترجمہ:

اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر دنیا کی زندگی کا متاع یعنی حقیر سامان اور آخرت بہتر ہے تیرے رب کے یہاں متقیوں کے لئے اور جو اللہ کی یاد سے آنکھیں چرائے گا (اور دل ہٹائے گا) ہم اس پر مقرر و مسلط کر دیتے ہیں ایک شیطان جو اس کا خاص دوست بن جاتا ہے اور ایسے لوگ روکتے ہیں دوسروں کو بھی راہ حق سے اور سمجھتے ہیں کہ وہ خود بہت ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت پاک میں ایک بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ دنیا کے مال ومتاع ثروت و دولت عزت وشہرت کو بڑی چیز نہ سمجھو بلکہ آخرت پر یقین رکھو کہ وہ اصل ہے اور وہاں کی نعمتیں اصل ہیں وہی باقی رہنے والی ہیں اور دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں ختم ہونے والی ہیں لہذا عقل مند وہ ہے جو اصل اور باقی کو عارضی اور فانی پر ترجیح دے اور دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کو مقصود بنائے یہی زہد فی الدنیا کی حقیقت ہے۔

اور دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو شخص اللہ پاک کے ذکر سے اعراض کریگا اس پر شیطان مسلط ہو جائے گا اور اس کا دوست بن جائے گا۔

نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ ذکر رحمٰن سے روک کر اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھیں وہ سخت مغالطہ میں مبتلا ہیں۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است　　　　پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمٰن است

دوسری چیز جو حضرت جنیدؒ نے فرمائی ہے وہ یہ کہ اللہ پاک پر دل سے اعتماد و بھرسہ کرے اللہ پاک پر اعتماد و بھروسہ ہی ایمان کی اصل و اساس ہے جتنا حق تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل و اعتماد زیادہ ہوگا اتنا ہی حق تعالیٰ کا قرب اور معیت حاصل ہوگی اور شیطان کے تسلط سے حفاظت ہوگی۔

چنانچه ایک موقعہ پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْن ۔ (سورۂ نحل)

ترجمه بیشک شیطان کا زور نہیں چل سکتا ان لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ پاک پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ توکل و اعتماد کی کیفیت ہی راہ سلوک کی بنیاد ہے۔

تیسری چیز جو حضرت جنیدؒ نے فرمائی وہ طاعات و فرائض و نوافل میں رغبت کرنا شوق کے ساتھ اشتغال رکھنا اور جملہ معاملات میں اللہ پاک کی اطاعت ہے یہی مقصود اصلی ہے تصوف کا، یعنی اللہ پاک کی اطاعت میں رغبت و شوق کی کیفیت حاصل ہو جس سے شریعت مقدسہ کے امور کی انجام دہی طبیعت پر گراں نہ ہو بلکہ ایک قسم کی حلاوت و لذت محسوس کرے اور یہ کیفیت جب ہی ہوگی جب ذات باری تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق ہوگا کہ محبوب کے ہر حکم کی تعمیل میں محبّ کو لذت محسوس ہوتی ہے حاصل یہ ہے کہ تصوف کی محنت اس لئے ہے کہ اللہ پاک کی اطاعت شوق و ذوق اور محبت کے ساتھ کرنا آجائے۔

چوتھی چیز جوحضرت جنیدؒ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ حلال وحرام کی تمیز کرے اس کا حاصل یہ ہے کہ تقویٰ وپرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزارے یہی راہ سلوک میں سکھایا اور بتایا جاتا ہے اور اسپر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں ایک موقع پر حق تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ط

کہ بیشک اللہ پاک ان کے ساتھ ہوتے ہیں جو پرہیز گار ہیں اور نیکی کرتے ہیں اور کہیں حق تعالیٰ نے فرمایا **وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ** ط کہ بیشک اچھا انجام متقیوں ہی کا ہوتا ہے ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ پاک کی خصوصی عنایت اور معیت دنیا میں متقیوں کو حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں ہر قسم کا بہترین انجام جنت اور وہاں کی نعمتیں انہی کو حاصل ہوں گی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّكَاْسًا دِهَاقًا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۔

بیشک متقیوں کے لئے ہی کامیابی ہوگی باغات ہوں گے اور انگور اور نوجوان عورتیں (یعنی حوریں) جوسب ایک عمر کی ہوں گی اور چھلکتے ہوئے جام اور پیالہ ہونگے جن میں ہر قسم کی مشروبات ہونگی وہاں نہ کوئی لغو بات سنیں گے جس

سے تکلیف ہو اور نہ جھوٹ فریب کی نوبت آئے گی یعنی کسی سے نہ جھگڑا ہوگا نہ تکرار نہ بحث ہوگی نہ حجت۔

جنت آں باشد کہ آزارے نہ باشد کسے را با کسے کارے نہ باشد

پانچویں چیز جو حضرت جنیدؒ نے بیان کی ہے وہ یہ کہ دنیا کی کمی پر صبر کرنا نہ سوال کرنا اور نہ شکوہ شکایت کرنا یہ چیز بھی راہ سلوک کی جان اور بنیاد ہے اولیاء اللہ کی یہ خاص ایک صفت ہے کہ وہ دنیا کی کمی پر صابر ہوتے ہیں اور جو ملجائے اس پر شاکر ہوتے ہیں۔

رسول پاک علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا جو دنیا سے محبت رکھتا ہے اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے اس کی دنیا کو نقصان پہنچتا ہے لہذا اسکو ترجیح دو جو باقی رہنے والی چیز ہے اس چیز پر جو ختم وفنا ہونے والی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہت بہتر ہے اس ارشاد میں اگر چہ خاص مخاطب رسول پاک ﷺ ہیں مگر تمام مؤمنین کا یہی حال ہے کہ آخرت ان کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور آخرت کی نعمتیں ہی ان کے پیش نظر ہوتی ہیں نیز ایک موقع پر حق تعالیٰ نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اس کے بڑھانے کی فکر میں رہتے ہو جب کہ آخرت بہتر

ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

چھٹی چیز جو حضرت جنیدؒ نے بیان کی ہے کہ اللہ پاک کے ساتھ ایسا مشغول ہو کہ دوسرے اشغال ترک ہو جائیں اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر چیز کی محبت قلب کی گہرائی سے نکل جائے اور صرف حق تعالیٰ ہی کی محبت اور عشق کا غلبہ ہو اور اگر کسی سے محبت بھی کرے تو وہ بھی صرف اللہ کے لئے یا اس لئے کہ اللہ پاک نے انکے حقوق رکھے ہیں اور محبت کا حکم دیا ہے بار بار اپنے دل کو دیکھے کہ یہ کیفیت حاصل ہوئی کہ نہیں اللہ کی محبت کا غلبہ ہے یا مال و متاع کی محبت کا اولاد اہل و عیال اور باغات کاروبار اور دنیا کی ہر چیز جن سے لوگ محبت کرتے ہیں اور جن کی خاطر لڑتے مرتے ہیں ہر وقت لگے رہتے ہیں یہ بھی انہیں میں لگا ہوا ہے یا اللہ کی یاد میں لگ کر سب کو بھولا ہوا ہے اگر یہ کیفیت حاصل ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کی علامت ہے اور یہی اس راستہ کا مقصد ہے۔

حضرت جنیدؒ کے اس فرمان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آدمی اس میں لگ کر بالکل معطل ہو جائے کمانا اور اہل وعیال کے حقوق کا ادا کرنا اور ایسے ہی دیگر رشتہ دار اور احباب و متعلقین کو چھوڑنا اور ان کے حقوق سے دست بردار ہو جانا یہ ہرگز ہرگز صوفیاء کا طریقہ نہیں ہے بلکہ حضرات صوفیاء کرام مخلوق کے سب سے بڑے خادم ہوتے ہیں اور ہر ایک کے حقوق کو پہچانتے ہیں اور سب کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

چنانچہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرات صوفیاء نے جس فیاضی اور کریمانہ اخلاق کے ساتھ انسانوں کی خدمت کی ہے وہ انسانوں کے اور طبقات نہ کر سکے چونکہ ان میں کسی نہ کسی تعصب کا عنصر موجود رہا اور یہ گروہ تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ سمجھتا رہا اور اللہ کا کنبہ سمجھ کر بلا کسی امتیاز اور تعصب کے خدمت کرتا رہا اور دوسری طرف اللہ سبحانہ وتعالی کے حقوق کی ادائیگی میں لگا رہا یعنی ادھر خالق تعالی کے حقوق کو بھی خوب نبھایا حقیقت یہ ہے کہ یہی طبقہ زمین میں اللہ کا خلیفہ کہلانے کا مستحق ہے۔

ساتویں چیز جو فرمائی کہ ذکر خفی پر مداومت کرنا یہ اس راستہ کی روح ہے ویسے بھی ذکر باری تعالی کائنات کی روح ہے اگر یہ نہ ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ زمین میں اللہ اللہ کرتے ہوں گے یعنی ثابت ہوا کہ روحِ کائنات اللہ کا ذکر ہے اور اس سارے نظام کا ٹھہراؤ اللہ کے ذکر پر ہے۔

نیز ثابت ہوا کہ اللہ پاک کا مقصود ہی اس کائنات کے وجود سے اپنا ذکر ہے جب لوگ حق تعالی کی یاد کو چھوڑ کر ان سے غافل ہو کر دنیا میں مگن ہو جائیں گے اور خرافات میں لگ جائیں گے تو اس کائنات کے بنانے کا مقصد ختم ہو جائے گا اور اس وقت حق تعالی جل شانہ اس نظام کو تباہ کر دیں گے۔

جیساکہ یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کہ جب کسی چیز سے اس کا مقصد

حاصل ہونا ختم ہو جائے تو پھر اس کے وجود اور بقاء کی طرف دھیان بھی نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو ختم کرنے کی فکر کی جاتی ہے اس لئے ذکر اللہ بہت ضروری ہے چاہے وہ جہری ہو یا سری مگر چونکہ ہر وقت ہر جگہ ذکر جہری کرنا مشکل بھی ہے اسلئے ذکر خفی جو دل سے ہوتا ہے وہ آسان بھی ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ کیا بھی جا سکتا ہے زیادہ اہم ہے اور فضیلت کی چیز ہے۔

چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر قلبی کو ذکر جہری پر ستر گنا زیادہ فضیلت حاصل ہے اور اس میں سکون وراحت بھی زیادہ ہے اور توجہ الی اللہ بھی زیادہ ہے ہمارے جتنے اکابر گزرے ہیں ان سب کا معمول ذکر خفی پر مداومت رہا ہے بطور خاص سلسلۂ نقشبندیہ میں سالک کو شروع ہی سے ذکر قلبی کی تلقین کی جاتی ہے جب کہ اور سلسلوں میں یہ چیز اخیر میں بتائی جاتی ہے اسی وجہ سے امام المجد دین شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: دوسروں کی انتہا ہماری ابتدا میں مدغم ہے یعنی جہاں دوسروں کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ہماری شروعات ہوتی ہے قرآن پاک کے اشارات تصریحات بھی اسی کو بتاتے ہیں کہ اصل ذکر قلبی ہے:

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الا بذکر الله تطمئن القلوب** خبردار اللہ کے ذکر ہی سے قلوب کو اطمینان ہوتا ہے اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ قلب کے اطمینان کے لئے قلب ہی سے ذکر اللہ کرتا رہے اگرچہ مطلق ذکر سے بھی اطمینان

حاصل ہوتا ہے لیکن جب تک کہ قلب کی محویت ذکر اللہ کے ساتھ نہ ہوگی اس وقت تک قلب کو پورا اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَه عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاه وَكَانَ اَمْرُه فُرُطاً ۰**

اور آپ اس شخص کی اتباع نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے ذکر اللہ سے غافل کر دیا اور اپنی خواہشات کا پیروکار ہو اور اس کا معاملہ افراط وتفریط میں ہو اس آیت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص دل سے اللہ کی یاد میں لگا ہوا ہو وہ تو اس قابل ہے کہ اس کی بات مانی جائے اور جس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو وہ اس قابل نہیں ہے۔

اس آیت سے بھی دل سے ذکر اللہ کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہے نیز اللہ پاک کا ارشاد ہے **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَه**، اللہ پاک کو تضرع یعنی گڑ گڑا کر یاد کرو اور آہستہ چپکے چپکے یاد کرو اس آیت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ دل کی کیفیت کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کیا جانا مطلوب ہے،

اللہ پاک کا ارشاد ہے: **يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اُذْكُرُوا اللّٰه ذِكْراً كَثِيْراً وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلا ۰**

اے ایمان والو اللہ پاک کو خوب یاد کرو اور صبح وشام ان کی تسبیح اور بزرگی بیان کرو۔

آٹھویں چیز جو حضرت جنیدؒ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی سعی اور کوشش کرو یہ بات بھی بہت قیمتی ہے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کا خلاصہ ہے ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل اللہ پاک کے یہاں بغیر اخلاص کے قبول نہیں ہوسکتا ہر عمل کی قبولیت کا مدار اسی بات پر ہے کہ وہ عمل اللہ کے لئے ہو تبھی اللہ جل شانہ اس عمل کو قبول کریں گے ورنہ اللہ پاک اس عمل کو قبول کرنے سے برأت کا اعلان کردیں گے اور فرمادیں گے جس کے لئے کیا ہے اسی کے پاس جا کر اس کا اجر وثواب تلاش کرلو میرے پاس اس کا کچھ نہیں ہے۔

ریاکاری اور شہرت کے ارادہ سے کسی نیک کام کو کرنا اللہ پاک کو سخت ناپسندیدہ ہے جس کی احادیث میں سخت مذمت آئی ہے انہی جذبات کو ختم کرکے اخلاص پیدا کرنے کی محنت کا نام ہی تصوف ہے اکابر اولیاءاللہ کے پاس اخلاص کے حصول کے نسخے ہوتے ہیں نیز ان کی صحبت اس باب میں اکسیر اعظم ہوتی ہے ریاکاری کی مذمت بیان کرتے ہوئے رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کو سنانے کے لئے کرتا ہے اللہ پاک مخلوق کے کانوں میں اس بات کو پہنچادیتے ہیں کہ وہ ریاکار ہے اور لوگوں کی نظروں میں اس کو حقیر وذلیل کردیتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف رص ۴۵۴)

نیز رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے نیز رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا جو شخص دکھانے کے لئے نماز پڑھتا ہے اس نے شرک کیا اور جس

نے دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھانے کے لئے صدقہ اور خیرات کیا اس نے شرک کیا۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۵۴)

نویں چیز جو حضرت جنیدؒ نے فرمائی وہ یہ ہے ایمان ویقین کو مستحکم ومضبوط کرنے کی تدبیر اختیار کرنا یہ بات بھی تصوف کی بلکہ ایمان واسلام کی بنیاد ہے اگر یہی چیز نہیں ہوگی تو نام کا مسلمان ہوگا آج خرافات کے اس دور میں ایمان کو خراب کرنے اور کمزور کرنے کی بے حساب سازشیں ہو رہی ہیں اس لئے تمام مؤمنین کو اپنے اور اپنے متعلقین اولا دو محبین کے ایمان کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ سوچنے اور فکر کرنے اور اسباب اختیار کرنے کی بہت ضرورت ہے اگر اس سے ذرا بھی غفلت برتی گئی تو بہت بڑا نقصان ہو جائیگا اللہ پاک حفاظت فرمائے اور ایمان ویقین کو مضبوط سے مضبوط بنائے آمین!

دسویں چیز جو حضرت جنیدؒ نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اضطراب و وحشت میں اللہ پاک سے سکون واطمینان حاصل کرنا یہ بھی اولیاء اللہ کی ایک مخصوص صفت ہے جب دنیا میں حوادثات، آلام، مصائب، زلزلے، طوفان، ہنگامے، فسادات ہوتے ہیں اور لوگ بیچین ہو جاتے ہیں اس وقت بھی اولیاء اللہ کے اوپر سکون اور اطمینان کی کیفیت طاری رہتی ہے اور وہ مطمئن نظر آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ پاک سے اتنے قریب ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کو اللہ پاک سے سکون کی کیفیت حاصل ہوتی رہتی ہے اور ان کو اطمینان ببرکت توکل علی اللہ

کے اور اعتماد باللہ کے اور ذکر کے ملتا رہتا ہے اللہ پاک یہ سب کمالات اور خوبیاں ہمیں بھی نصیب فرمائے! آمین یارب العالمین۔

(۳) تصوف کہتے ہیں تفرد العبد بالصمد الفرد کو یعنی بندہ اپنے مولی کے ساتھ خاص تعلق اختیار کرلے۔

تشریح :۔ یعنی بندہ صرف **الله الصمد وحده لاشريك له** پر ہی اعتماد وتوکل کرے اور جملہ اسباب سے قطع نظر کرلے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ پہلے پہلے ابن الدغنہ کی حمایت وجوار میں رہ کر اندرون خانہ اپنے مولی تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور نماز میں تلاوت میں انتہائی لذت وحلاوت پاتے تھے اور دل سے روتے آنکھیں اشکبار ہوجاتی تھیں آپ کی تلاوت کی کشش ایسی تھی کہ بہت سے مرد عورتیں جمع ہوجاتے تھے اس کو دیکھ کر رؤسائے قریش پریشان ہوئے اور ابن الدّغِنّہ کے پاس شکایت کی حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی حمایت واپس کردی اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی جوار وحمایت میں آگئے اور نبی کریم ﷺ بھی ان دنوں مکہ ہی میں تھے اس طرح سے صدیق اکبرؓ نے اللہ الصمد الفرد کے ساتھ تفرد اختیار فرمایا۔

حلیۃ الاولیاء رص ۲۹ رج ۱ر

شعر

ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

والا حال حاصل ہوجائے بندہ بظاہر دنیاء میں ہومگر باطن سے رب العزت والجلال کے قرب ووصال سے سرشار ہو۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ تصوف نام ہے: **تطليق الد نياء و الاعراض عن منالها ء** کا یعنی دنیا اور اسکے حاصل کرنے سے اعراض کرنا دنیوی لذائذ ونعم کو رضاء الٰہی کے لئے ترک کرنا اگر چہ شریعت نے ان کو حلال فرمایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ نے پانی طلب فرمایا آپ کو شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا جب آپ نے منہ سے قریب فرمایا تو رونے لگے پاس بیٹھنے والے بھی رونے لگے جب آپ خاموش ہوگئے اور قریب والے بھی خاموش ہوگئے تو لوگوں نے رونے کی وجہ معلوم کی فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ **اِلَيْكَ عَنِّي اِلَيْكَ عَنِّي** فرمارہے تھے مجھ سے دور ہو مجھ سے دور ہو حالانکہ میں وہاں کسی کو نہیں دیکھتا تھا بندہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس چیز کو فرمارہے ہیں فرمایا کہ جب دنیا اپنی زیب وزینت کے ساتھ میرے سامنے آنا چاہتی ہے اس پر میں کہتا ہو **اليك عَنِّي اليك عَنِّي** فرمایا دنیا کہتی ہے ٹھیک ہے اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو آپ کے بعد والے مجھ سے نہ بچ

سکیں گے اس لئے مجھے خوف طاری ہوا کہ کہیں دنیا مجھ کو تو نہیں لپٹ گئی اس لئے رونے لگا۔

(۵) کہا جاتا ہے تصوف نام ہے **اَلْجِدُّ فی السُّلُوك الٰی مَلِكِ المُلُوك** یعنی بادشاہوں کے بادشاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف طاعات وخیرات سے چلنے کی پوری کوشش کرنے کا ان کی مرضی کو تلاش کرنے کا اور نامرضیات مشتبہات مشکوک چیزوں سے بھی بچنے کا جیسا کہ ایک دفعہ صدیق اکبرؓ نے جب کہ معلوم نہ ہونے کی حالت میں ایک مشتبہ لقمہ کھا لیا تھا جب کہ آپ اس وقت شدید بھوک کی حالت میں مبتلا تھے جب آپ کے غلام نے آپکو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے قے کی جب قے کرنے کے باوجود اس کے نکلنے میں دشواری ہوئی آپ کو بتایا گیا کہ یہ پانی کے بغیر نہیں نکلے گا آپ نے پانی منگایا اور پانی پی کر قے کی تو وہ نکل گیا اور پھر یہ روایت سنائی کہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا وہ بدن جو مال حرام سے تیار ہوا ہو نشو ونما پایا ہو جہنم کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے اور فرمایا میں ڈرا اس بات سے کہ اس لقمہ سے میرے بدن کا کوئی حصہ تیار ہوا اور اس کو جہنم کی آگ لگے اس واقعہ میں کتنی بڑی عبرت ہے کہ یہ حضرات کھانے کے سلسلہ میں کس قدر محتاط تھے مشتبہ اور مشکوک اشیاء سے کس قدر بچا کرتے تھے یہی اصل چیز ہے جو اس زمانہ میں کم ہوتی جا رہی ہے۔

(٦) کہا جاتا ہے کہ تصوف نام ہے **السکون الی اللھیب فی**

الحنین الی الحبیب کا یعنی دوست پر شفقت وخیر خواہی کے جذبہ میں اپنے آپ کو پریشانیوں سے گذارنا اور اسی کو اپنا سکون بنانا ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ اپنے دوست (محمدؐ) کی خبر لو باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں حضور علیہ السلام کو کفار مار پیٹ رہے تھے ابو بکر صدیقؓ یہ کہتے ہوئے کہ تمہارا ناس ہو اس شخص کو محض اس وجہ سے مارتے ہو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس وحدانیت، رسالت، بعثت بعد الموت کے واضح دلائل لا چکے ہیں یہ کہتے ہوئے درمیان میں گھس گئے اور حضور ﷺ کو کفار سے بچایا کفار حضور ﷺ کو چھوڑ کر ابو بکرؓ کو مار پیٹ کرنے لگے مگر آپ **تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام** کہتے ہوئے نکل آئے۔ حلیۃ الاولیاء، ص ۳۲ ر ج ۱۔

(۷) تصوف کہا جاتا ہے **وَقْفُ الْهِمَمِ عَلٰى مَوْلَى النِّعَمِ** کو یعنی مولیٰ تعالیٰ کی نعم اُخرویہ حاصل کرنے کے لئے کوشش وہمت کرنا ایک بار حضرت نبی کریم ﷺ نے صدقہ وخیرات کا حکم فرمایا حضرت ابو بکرؓ صدقہ لائے اور عرض کیا یہ صدقہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کا وعدہ ہے، ان کے بعد حضرت عمرؓ صدقہ لائے اور جیسا کہ ابو بکرؓ نے عرض کیا تھا ایسا ہی انہوں نے بھی حضرت سے عرض کیا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے صدقوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تمہارے درمیان فرق ہے ایک دوسری مرتبہ مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا حضرت ابو بکرؓ سارا مال لیکر حاضر خدمت ہوئے اور جب حضرت ﷺ نے معلوم کیا تو عرض

کیا کہ سب کچھ لیکر حاضر ہو گیا ہوں اللہ اور ان کے رسول کی رضامندی کو گھر چھوڑ کر آیا ہوں اتنے میں حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال لیکر حاضر خدمت ہوئے اور یہ سوچ رہے تھے کہ آج تو میں ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا ان سے سبقت لے جاؤں گا جب حضرت نے معلوم فرمایا تو عرض کیا کہ نصف مال گھر کا لیکر حاضر ہوا ہوں پھر ابوبکرؓ کے بارے میں ان کو معلوم ہوا کہ وہ سارے مال کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہا کہ ان سے سبقت کرنا ممکن نہیں ہے۔

(۸) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے شوق میں آ کر اپنے گلے میں طوق ڈالنے کا یعنی مرضی رب حاصل کرنے میں تکلیف برداشت کرنے کا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ غار کی رات (یعنی جب کہ حبیب ومحبوب ابوبکرؓ ورسول اکرم ﷺ غار میں تھے ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ سے قبل بندہ داخل ہوگا خدانخواستہ اگر وہاں کوئی سانپ بچھو ہو تو مجھے نقصان پہنچ جائے آپ تو بچ جائیں گے چنانچہ حضرت ﷺ سے قبل داخل ہوئے اور جہاں کوئی سوراخ ملا کپڑا اپھاڑ کر اس کو بند کیا حتی کہ سارا کپڑا لگا دیا بجز ضروری استعمال کا کپڑا بچ رہ گیا حالانکہ ایک سوراخ اور باقی تھا اس پر اپنی ایڑی رکھ کر عرض کیا اب آپ ﷺ تشریف لا سکتے ہیں جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے معلوم فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تمہارا کپڑا کہاں ہے تب بتلایا یہ سنکر رسول کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعاء فرمائی کہ اے اللہ ابوبکر جنت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوں وحی آئی کہ آپ کی دعاء

قبول ہوگئی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۳ ج ۱)

(۹) یہاں حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ قول نقل کرنا بھی عظیم فائدہ سے خالی نہیں ہے جو تصوف کی جان ہے فرمایا: **لا خیر فی قول لایراد به وجه الله تعالیٰ ولا خیر فی مال لاینفق فی سبیل الله ولا خیر فیمن یغلب جهلُه حِلمَه ولا خیر فیمن یخاف فی الله لومَة لائم :**

یعنی اس قول میں کوئی خیر وبھیلائی نہیں ہے جس کا مقصود رضائے باری تعالی نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ ہوا ہو اور اس شخص میں بھی کوئی خیر نہیں جس کی جہالت اس کے حلم وبردباری پر غالب ہو اور اس شخص میں بھی کوئی خیر نہیں ہے جو اللہ پاک کی محبت ومعاملہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال وخوف کرے اور حق وصداقت کو چھوڑ دے۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۶ ج ۱)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا حضرت عمرؓ حاضر ہوئے بلکہ ان کو بلوایا گیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ اے عمر اللہ پاک سے ڈرتے رہنا اور جان لو کہ اللہ پاک کو خوش کرنے کے لئے کچھ اعمال دن میں ہیں وہ رات میں کرنے سے قبول نہیں ہوتے یعنی وہ عبادات جو دن والی ہیں اور کچھ اعمال خصوصاً نوافل تہجد وغیرہ رات میں ہیں وہ دن میں قبول نہیں ہوتے کہ رات میں جو خلوت مع اللہ میں لطف ہے اور اخلاص ہوتا ہے وہ دن میں میسر نہیں ہوتا اور یاد رکھو کہ نوافل فرائض کی ادائیگی کے بغیر قابل

قبول نہیں ہیں اور جس کا وزنِ اعمال میں ترازو بھاری ہوگیا وہ کامیاب رہے گا اور جس کا کم رہ گیا اعمال صالحہ والا حصہ وہ ناکام رہے گا اللہ پاک نے اہل جنت کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا لہذا ان کی حرص کرو اور اللہ پاک نے اہل نار کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے برے اعمال کا لہذا ان سے اجتناب کرو۔

ان سب کو پڑھ کر قاری کو بخوبی اندازہ بلکہ یقین ہو جائے گا کہ خلفاء راشدین کو سلوک وتصوف کا کس درجہ ذوق تھا وہ حضرات شریعت کے نفاذ اقامت حکومت الٰہیہ خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ خلافت باطنی (طریقت) کے بھی امام تھے حضرت شاہ ولی اللہؒ ازالۃ الخفاء رص ۹۷ رج ۳ رمیں فرماتے ہیں اصل عبارت حضرتؒ کی فارسی میں ہے یہاں اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

رہا حضرت صدیق اکبرؓ کا متصف ہونا صفائی قلب کی صفت کے ساتھ جس کو ہمارے زمانہ میں طریقت کہا جاتا ہے کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ توحید میں سب سے زیادہ بلند کلام ابوبکرؓ کا یہ قول ہے **سبحٰن من لم یجعل لخلقه سبیلاً الا بالعجز عن معرفته** یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ اپنی معرفت کی نہیں بنائی مگر اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی یعنی اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے یہاں ان لوگوں کا عاجز ہونا مراد ہے جو اس ذات کو صفات وافعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں اور آگے بڑھ کر ذات باری کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے

معرفت یہی تو ہوگا مطلقاً عجز مراد نہیں ہے ورنہ منکرین خدا دہریئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے اور یہ غلط ہے اس کا غلط ہونا بالبداہۃ واضح ہے۔

صاحب ''**کشف المحجوب**'' نے حضرت صدیق اکبرؓ کی مدح میں بہت اونچی بات لکھی ہے کہ اگر تیرا ارادہ ایسی صوفیت کا ہے جو علی الحقیقت ہو یعنی حقیقی صوفی بننا چاہتا ہو تو صدیق اکبر کے نقش قدم پر چل کہ صفاء صدیق کی صفت ہے کیونکہ صفاء کی ایک اصل ہے اور ایک فرع ہے اسکی اصل یہ کہ دل اغیار سے منقطع ہو جائے دنیا غدار سے دوری ہو جائے اس کی فرع یہ ہے عبادات میں محویت ہو جائے اور راہ خدا میں مال خرچ کر دینا اور صرف خدا اور ان کے رسول ﷺ کی مرضی کو چھوڑنا ہے جیسا کہ ابوبکرؓ نے کیا تھا حاصل ہو جائے۔

نیز امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے **من ذاق خالص محبة اللّٰه شغله ذٰلك من طلب الد نیا واوحشه من جمیع البشر** ۔ یعنی جس نے خالص محبت باری کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفر کر دے گا اور تمام انسانوں سے متوحش کر دے گا یہ لوازم محبت کی انتہائی تحقیق ہے۔ (ترجمہ ازالۃ الخفاء، ص ۸۰ / ج ۳)

(۱۰) کہا جاتا ہے کہ تصوف نام ہے: **رکوب الصعب فی جلال الکرب** کا یعنی اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول محبوب ﷺ کی محبت و وفاداری میں پریشانیاں

اٹھانے کے لئے دشواریوں پر اقدام کرنے کا چاہے کتنی بڑی سے بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔

اس کی تشریح اس طرح ہے حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ احد کے دن ابوسفیان بن حرب (بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) پکارتے تھے کہ کیا تم میں محمد ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جواب مت دو، دوبارہ پھر پکارا کیا تم میں محمدؐ ہیں؟ پھر جواب نہیں دیا گیا تیسری بار پھر اسی طرح آواز آئی پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا اس کے بعد پکارا کہ کیا تم میں ابوبکرؓ ہیں؟ تین بار یہ آواز آئی مگر جواب نہیں دیا گیا کہنے لگا کہ سب مر گئے ہیں سب کا کام تمام ہو گیا اسی لئے جواب نہیں آرہا ہے پھر آواز آئی کیا تم میں عمر بن الخطابؓ ہیں حضرت عمرؓ سے صبر نہ ہوسکا فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن یہاں سب ہیں رسول اللہ بھی ابوبکر بھی اور عمر بھی کہنے لگا کہ آج بدر کے بدلہ کا دن ہے اور جنگ ڈول کی طرح ہوتی ہے کبھی کوئی کھنچتا ہے اور کبھی کوئی۔

پھر اس نے کہا **أعل هبل أعل هبل** بت بلند ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جواب دو **اللّٰہ اعلا و اجل** اس نے کہا **لنا العزی و لا عزی لکم** ہمارے پاس تو عزی بھی ہے اور تمہارے پاس عزی بھی نہیں ہے رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا جواب دو **اللّٰہ مولانا و لا مولیٰ لکم** اللہ پاک ہمارا ہے اے کفار تمہارا کوئی نہیں ہے یہ عزی کہنا تمہیں ہی مبارک ہو ہمیں اس کتیا کی

ضرورت نہیں ہے۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں سارے صحابہؓ کے درمیان میں سے حضرت عمرؓ کا انتخاب جواب دینے کے لئے اس وجہ سے فرمایا گیا کہ ان میں ایک خاص قسم کی صولت وشوکت رعب وہیبت جلال وہمت تھی جس کی وجہ سے وہ اعداء اللہ کے مقابلہ میں بے خوف تھے کفار کی تعداد اور تیاری سے ڈرنے کا کوئی مطلب نہیں تھا اور شدت فی امر اللہ ان کا خاص وصف تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا لقب فاروق اعظم ہوا ہے۔

حضرت امام ابونعیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دین کا اعلان کرنے والے تھے اور اعمال صالحہ کو مخفی طور پر خالص اللہ کے لئے کرنے والے تھے اللہ پاک نے آپ سے اپنے دین کی تائید وتقویت کرائی اہل اسلام کو استحکام حاصل ہوا ان کی ہمت بلند تھی ہمیشہ حق بات کہتے تھے بہت جرأت مند تھے اللہ پاک کی مرضی کا آپ کو الہام ہوتا تھا اسی لئے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن کو الہام ہوتا تھا میری امت میں یہ صفت عمر کو حاصل ہے حق وصواب ان کے ساتھ دائر ہوتا ہے سکینت ان پر نازل ہوتی ہے شیطان ان سے بھاگتا ہے اس لئے ان پر شیطان کے اثرات کا سوال ہی نہیں ہوتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء رص ۳۹ رج ۱ر)

(۱۱) کہا جاتا ہے کہ تصوف نام ہے موافقت حق کا اور مفارقت خلق کا

جیسا کہ بدر کے دن اللہ پاک نے مشرکوں کو ہزیمت دی اور اسلام اور اہل اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرمایا ان کے ۷۰/ افراد قتل ہوئے اور ۷۰/ قید ہوئے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا حضرت فاروق اعظم سے معلوم فرمایا کہ تمہاری رائے کیا ہے اے عمرؓ، فرمایا کہ حضرت مجھکو فلاں پر قدرت دیدیں جو میرا رشتہ دار ہے میں اس کی گردن ماردوں اور کفر کا زور وغلبہ توڑ دوں اور علی کے حوالہ ان کے رشتہ داروں کو کریں اور حمزہؓ کے حوالہ ان کے رشتہ داروں کو کریں اس طرح سے ہر شخص اپنے اپنے رشتہ داروں کا خاتمہ کردے یہ کفر وشرک کے لیڈر ہیں ان کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے۔

مگر یہ رائے رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ آئی حضرت صدیق اکبرؓ کی اور خود رحمتِ عالم ﷺ کی رائے فدیہ لیکر چھوڑنے کی ہوگئی چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اگلے روز جب صبح کو میں حضرت رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رو رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ رونے کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ فدیہ لیکر دشمنوں کو چھوڑنا جس کی وجہ سے عذاب بہت قریب آگیا تھا اس درخت سے بھی جو قریب تھا اس کی طرف اشارہ فرمایا اور آیت کریمہ **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ الٰى قوله لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْم** نازل ہوئی۔

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کا نقطہ نظر حق کے موافق تھا جس میں جلال الٰہی کا

مظاہرہ تھا حق تعالی کی موافقت میں خلق کی مفارقت کا اعلیٰ نمونہ تھا اس لئے وحی ان کے مطابق نازل ہوئی لیکن حضرت عمرؓ سے جو موافقت حق اور مفارقت خلق کا اظہار ہوا وہ بھی رحمتِ عالم ﷺ کی برکت ہے آپ کی صفت جلال حضرت عمرؓ میں اور صفت جمال صدیق اکبرؓ میں منتقل ہوئی فیض آپ کا ہی ہے مگر خود نبی کریم ﷺ جن کو اللہ پاک نے رحمۃ للعالمین فرمایا رحمت کا عالم تھے اس وجہ سے عالم پر رحمت کا جذبہ زیادہ نمایا ہوتا تھا حتی کہ یہاں بھی جوان پر غضب کا موقع تھا رحمت کا اظہار ہوا جس پر تنبیہ ہوئی۔

(۱۲) کہا جاتا ہے کہ تصوف نام ہے **النبو عن مراتب الدنیاء والعلو الی المرتبۃ العلیاء** کا یعنی دنیوی عزت وجاہ سے دور ہو کر اخروی مرتبہ عالیہ کی طرف جانے کا، منقول ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جب بیت المقدس فتح کرنے کی غرض سے مدینہ پاک سے سفر کرتے ہوئے فلسطین ملک شام پہنچے تو ایک مقام پر لوگوں نے آپ کا زبردست استقبال کیا، انمیں سے بعض حضرات نے عرض کیا کہ حضرت اگر عمدہ تر کی گھوڑے پر سوار ہو جاتے تو بہتر تھا عمدہ لباس ہوتا اور عمدہ سواری ہوتی تاکہ یہاں کے لوگوں میں عزت ووقار معلوم ہوتا، تو اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ نے جن کی نظر ہر معاملہ میں آخرت کی طرف رہتی تھی فرمایا کہ عزت یہاں سے آتی ہے نہ یہاں سے اشارہ تھا آسمان کی طرف نہ یہاں سے اشارہ تھا لباس وغیرہ کی طرف اور فرمایا کہ میرے اونٹ کا راستہ خالی کردو،

عرض کرنے والے بھی حضرت ابوعبیدہؓ امیر الاجناد امین ہذہ الامۃ تھے فرمایا کہ ابوعبیدہؓ تم پر تعجب ہے تمہارے علاوہ اور کوئی کہتا تو کچھ بات بھی ہوتی تم لوگ دنیا میں قبل از اسلام ذلیل تھے اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کی برکت اور ان کی تعلیمات پر عمل کی وجہ سے عزت دی ہے اگر تم لوگ (مسلمان) اللہ کے علاوہ سے عزت تلاش کرو گے تو اللہ پاک تم کو ذلیل وخوار کردیں گے، اس بات میں مسلمانوں کے لئے ایک عظیم سبق ہے کاش کہ لوگ اس کو سمجھتے اور عمل کرتے اور خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تعمیل میں اپنی خیر وعزت کے طالب ہوتے۔ (حلیۃ الاولیاء، ص ۴۳، ج ۱)

(۱۳) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے اختلاف طرائق کے وقت اعتصام بالحقائق کا یعنی جب راستے مختلف ہورہے ہوں اختلافات وفتنے واقع ہورہے ہوں تو حقائق کو سمجھے اور ان پر مضبوطی سے قائم رہے۔

(۱۴) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے ملک الملوک کی طرف اسراع وسلوک یعنی دوڑ کر چلنے کا جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔

اپنے رب کی مغفرت کے حصول یابی کے لئے دوڑو اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے جو متقی حضرات کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(۱۵) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے: **استقامة علی المنهج المستقیم** کا۔ یعنی کتاب وسنت اور سلف صالحین کے طریقہ پر چلنے کا، کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

(۱۶) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے: **حمل النفس علی الشدائد** کا یعنی نفس کو سخت مجاہدات پر ابھارنے کا جیسا کہ پہلے حضرات تصوف کی راہ میں بڑے بڑے مجاہدات برداشت کیا کرتے تھے اور اپنے نفس کو علاج کے لئے سخت مجاہدات سے گذرا کرتے تھے جیسا کہ بزرگوں کے واقعات میں کثرت سے یہ چیز ملتی ہے۔

(۱۷) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے برابر عمل صحیح مطابق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کئے جانے کا۔

جیسا کہ حضرت اقدس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے فرمایا اصل شریعت ہے اور طریقت اس کی تقویت کے لئے ہے جو طریقت خلاف شریعت ہو لائق اعتبار نہیں طریقت اور حقیقت تو خادم ہیں شریعت کے چنانچہ حضرت اقدس اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام والتحیہ کی حقیقت سے متصف کرے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص جب تک یہ تینوں جزء، نہ پائے جائیں گے شریعت متحقق نہیں ہوگی اور جب شریعت متحقق ہوگئی

تو حق تعالی سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں سے فائق واعلی ہے بھی متحقق ہوگئی۔ **ورضوانٌ من الله اکبر:** اللہ تعالی کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے اس لئے شریعت تمام دنیوی واخروی سعادتوں کی ضامن وکفیل ہے اور کوئی ایسا مطلوب ومقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیۂ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونون سے شریعت کے تیسرے جز ویعنی اخلاص کی تکمیل ہوئی ہے لہذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو، احوال، مواجید اور علوم ومعارف جو صوفیۂ کرام کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام وخیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہئے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے کیونکہ طریقت وحقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضاء کے مقام تک پہنچاتے ہیں کوتاہ اندیش لوگ احوال ومواجید کو مقاصد اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں اس لئے وہم وخیال سے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ اول رص ۱۲۶)

نیز حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں چاہیئے کہ باطن خواجا گان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو، اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کیساتھ مزین اور آراستہ رکھے۔

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب ہیچ ہے۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ اول رص ر۱۲۷ رج ۱)

چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

بقول حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اس میں شامل ہیں اور اس کا مصداق ہیں، نیز اللہ پاک کا ارشاد ہے اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا یَّحْذَرُ الْآخِرَۃَ وَیَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ بقول حضرت ابن عمرؓ کے حضرت عثمانؓ مراد ہیں اور ان کے طریقہ پر چلنے والے سب ہی حضرات جو ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کریں گے اس کا مصداق قرار پائیں گے۔

بہر حال ثابت ہوا کہ ایمان عمل صالح تقوی اور کیفیتِ احسان کا مجموعہ جس سے حضرات صحابہ کرام متصف تھے وہ وہی چیز ہے بعد والے حضرات مشائخ کی اصطلاح میں جس کو تصوف وسلوک اور تزکیہ واحسان کہا جانے لگا ہے۔

(۱۸) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے مصیبتوں کی تلخیوں پر صبر وتحمل کا تا کہ مناجات کی لذت حاصل ہو چنانچہ حضرت ذوالنورین نے سخت مصائب برداشت

کئے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا انکو جنت کی بشارت سنا دو ایک مصیبت پر صبر کے عوض اس میں اشارہ تھا حضرت عثمانؓ کی شہادت کی طرف چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے ۔بہر حال لذت مناجات بہت ہی خوش قسمت انسانون کو ہاتھ آتی ہے اللہ پاک ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ (حلیۃ الاولیاء رص۵۷رج۱)

(۱۹) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے اسلام الغیوب الی مقلب القلوب کا یعنی غیب کے تمام امور اللہ کے حوالہ کردے اپنے سے حول وقوۃ کی نفی کرے جیسا کہ روایت میں ہے حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں اور فاطمہؓ اپنے بستر پر تھے صبح سحر کا وقت قریب تھا دروازہ پر نبی کریم ﷺ نے آواز لگائی **الا تصلون** کیا تم نماز نہیں پڑھتے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے نفوس اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں جب ہمیں چاہیں بیدار کردیں ہمیں اختیار نہیں ہے، حضرت علیؓ نے اپنے سے حول قوۃ کی نفی فرمائی یہ حضرت علیؓ کا اعلیٰ مقام تھا کہ سب کام اللہ پاک کے اختیار میں جانتے اور رکھتے تھے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور کلام نہیں فرمایا اور ہاتھ اپنی ران پر مار کر فرمایا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (رواہ البخاری ومسلم)

(۲۰) کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے: **رغبة الى المحبوب فى درك المطلوب** کا یعنی مطلوب کو پانے کے لئے محبوب کی طرف رغبت وشوق کا اس کی شرح یہ ہے کہ روایت میں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں قیدی لائے گئے تو میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ جاؤ اور حضرت سے گھر کا، کام کاج کرنے کے لئے غلام طلب کر وہ حاضر خدمت ہوئیں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی کیا بات ہے کہا کچھ نہیں زیارت وملاقات کے لئے حاضر ہوئی تھی اور سوال کرنے سے حیاء آئی اور واپس چلی گئی۔

حضرت علیؓ نے معلوم کیا کہ کیا ہوا کہا مجھے حیاء آئی اور میں نے سوال نہیں کیا تیسری بار سب مل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے معلوم فرمایا کہ کیا بات ہے تب عرض کیا کہ کام کے لئے کوئی آدمی دے دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتاؤں عرض کیا ضرور، فرمایا تکبیرات تسبیحات تحمیدات سو بار سوتے وقت پڑھا کرو اگر تم اس پر عمل کرو گے تو ایک ہزار نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی ایسے ہی صبح کو اسی طرح عمل کرتے رہو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا یہ وظیفہ سن کر اس وقت سے کبھی فوت نہیں ہوا صرف **لیلۃ الصفّین** میں فوت ہوا یاد نہیں رہا لیکن بعد میں یاد آیا اور پورا کیا حضرت علیؓ اس قدر اوراد وظائف پر مواظبت ومداومت کرنے والے تھے یہی تصوف کی روح اور جان ہے کہ شیخ کے بتائے ہوئے تمام اوراد وظائف پر اس طرح عمل کرے کہ فوت نہ ہو حضرت علیؓ تمام سلاسل تصوف کے سرچشمہ ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ اکبر ہیں ان سے اس کا آغاز ہوا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اکابر صحابہ وتابعین، محدثین، صوفیاء، علماء کی اتباع کی توفیق بخشے اور ہمیں اپنا

قرب خاص عطاء فرمائے اوردارین کی صلاح وفلاح سے ہمکنار فرمائے!
آمین یارب العالمین۔

فضیلت صدیق اکبرؓ

اور

فضیلت طریقۂ نقشبندیہ

حضرت صدیق اکبرؓ کورسول پاک ﷺ کے بعد جو مقام اور مرتبہ حاصل ہوا اس میں ان کے جن کمالات کو دخل ہے ان میں سب سے بڑی صفت ان کی مسابقت الی الایمان اللہ اور رسول کی کمال محبت، فنائیت در توحید معرفت باری تعالی میں تعمق اور گہرائی جیسے اوصاف ہیں اور ان جیسے کمالات نے ان کو جہاں خلافت ظاہری یعنی حکومت وسلطنت تک پہنچایا وہیں دینی امامت دینی مرجعیت اور مقتدائیت تک پہنچایا اسی کا نام خلافت راشدہ ہے یعنی خلیفۂ راشد وہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت وسلطنت کے ظاہری انتظامات کرتا ہے تو دوسری طرف دینی روحانی کمالات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے جس کی سند زبان رسالت سے انکو حاصل ہوئی رسول پاک ﷺ نے فرمایا **اِقْتَدَوا، بالذین من**

بعدی ابی بکر و عمر میرے بعد ابوبکر و عمر کی اتباع کرنا اور اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: **اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**، یعنی جب کہ حضور اپنے دوست صدیق اکبرؓ سے فرمارہے تھے مت گھبراؤ بیشک اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے ان فضائل و کمالات نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ رسول پاک ﷺ کے بعد آپ سب سے افضل اور صاحب کمالات انسان تھے خود حضرات صحابہ کرامؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور پاک ﷺ کے بعد سب سے افضل سمجھا کرتے تھے جیسا کہ بخاری اور ابوداؤد کی روایات اس پر شاہد ہیں چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے **قال کنا فی زمان النبی ﷺ لانعدل با بی بکر احداً** اور امام ابوداؤد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا **کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیٌّ افضل امۃ النبی ﷺ بعدہ ابوبکرؓ** کہ حضور پاک ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ اپنے سلسلہ کو حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ اس کا آغاز حضرت صدیق اکبرؓ سے ہوا جن کو رسول پاک ﷺ سے نسبت اتحادی حاصل تھی اسی وجہ سے حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ کو تمام سلاسل پر فوقیت دیتے ہیں

ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ وصول الی اللہ کے لئے سب طریقوں کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس سلسلہ کے مشائخ بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں اور سلسلوں کی انتہا ہے وہاں سے ہمارے سلسلہ کی ابتداء ہے ان کی انتہاء ہماری ابتدا میں درج ہے سلسلہ نقشبندیہ جو بزرگوں کا طریقہ ہے بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ دیکھئے مکتوب نمبر ۵۸/دفتر اول/حصہ دوم/ص ۱۹۵/

نیــز دفتر اول حصہ چہارم/ص ۵۱۶ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا کہ حق تعالی سے میں نے ایسا طریقہ طلب کیا جو بیشک موصل ہو اور آپ کی یہ التجاء قبول ہوگئی ہے چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہاء اس کے ابتداء میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

نیز حضرت شیخ جمال ناگوریؒ کی طرف ایک مکتوب صادر فرماتے ہوئے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پیری و مریدی طریقہ نقشبندیہ میں طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے کلاہ اور شجرہ سے نہیں جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں

متعارف ہے ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اوران کی تربیت انعکاسی ہے اس بناء پران کی بدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اوران کا راستہ بالکل قریب ہے ان کی نظر امراض قلبیہ کوشفا دیتی ہے اوران کی توجہ باطنی بیماریوں کودفع کرتی ہے۔

☆ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالارانند ☆

☆ کہ برند از رہِ پنہا بحرم قافلہ را ☆

ترجمہ نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کوحرم تک پہنچادیتے ہیں۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ اول رص ۹۸۷)

مزید بصیرت پیدا کرنے کے لئے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا ایک اورمکتوبِ مبارک ملاحظہ فرمایئے جوآپ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ املنگی قدس سرہ کے صاحبزادے خواجہ محمد قاسمؒ کوتحریر فرمایا حضرت لکھتے ہیں مخدوم زادہ کومعلوم ہونا چاہیئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندیہ کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے اور سماع ،رقص، وجد وتواجد سے جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت درانجمن کو اختیار کیا ہے تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں اسی بنا پر یہ بات

ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق واعلیٰ ہے ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلی توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔ حصہ سوم دفتر اول مکتوبات شریف رص ۳۹۷ر

سلسلۂ نقشبندیہ میں ذکراللہ کا طریقہ:۔

نیز جو آپ نے خواجہ میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک کو تحریر فرمایا حضرت مجدد صاحبؒ لکھتے ہیں تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح ونجات اپنے مولی جل سلطانہ کے ذکر میں ہے جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ میں مستغرق اور مصروف رکھنا چاہئے اور ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہئے اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر ا طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالی اسرارہم میں ابتداء میں ہی میسر آجاتا ہے اور نہایت ابتداء میں درج ہے کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے لہذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے بلکہ لازم وواجب ہے پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف متوجہ ہو کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے حجرے اور گھر کی مانند ہے اور اسم مبارک، اللہ کو اس قلب پر گذارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے کلیۃ قلب کی

طرف

ل طریقت کے جملہ احوال ومقامات ذکر دوام ہی سے پیدا اور وارد ہوتے ہیں۔

متوجہ ہوکر بیٹھ جائے اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے اور اس طرف متوجہ نہ ہو کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر وناظر ہونے کو بھی لحاظ وخیال میں نہ لائے تا کہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے اور اس سے شہود ووحدت وکثرت میں نہ پڑے اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیفیت والی شئی کے ساتھ آرام نہ پکڑے کیونکہ جو چون اور کیفیت رکھنے والی شئی میں نمایاں ہوگا وہ بے کیف نہیں ہوسکتا۔

حصہ سوم دفتر اول مکتوبات شریف رص ۴۲۷/۴۲۸/

تصوف وسلوک کی حقیقت

افادات از شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں بیعت وسلوک وطریقت کے متعلق عرض کروں، لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے اور اس چیز کی تعلیم آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں دی، اور چونکہ جو لوگ طریقت وتصوف کے ذمہ دار ہیں ان کی حرکات وسکنات اور افعال شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں، اس واسطہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز جناب رسول اللہ ﷺ کے طریق اور تعلیم کے خلاف ہے، جب کہ واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ بیعت نام ہے عہد لینے کا، شریعت کی کسی بات کے لئے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس خاص کام کو انجام دیں گے اس کو بیعت کہتے ہیں، حضور ﷺ نے بھی اس امر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سے مواقع میں انجام دیا ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت لوگوں سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئے تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے تب تک دشمنوں سے مقابلہ کریں گے اور اس کے اندر موت آجائے تو موت کو اختیار کریں گے، اس کو قرآن شریف کی سورۂ فتح میں اس طرح فرمایا گیا ہے: **لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونك تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل اللہ سکینته علیھم و اصابھم فتحا قریبا** (اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے

راضی ہو گیا جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر رہے تھے) کس بات کی بیعت کر رہے تھے ؟ حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے کاہے کی بیعت کی تھی ؟ تو وہ کہتے ہیں ’’علی الموت‘‘ ہم نے بیعت کی تھی موت کے اوپر، بیعت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں ، اللہ تعالیٰ اس میں بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور ان کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہو کر اس نے سکینت اور اطمینان کو ان کے دلوں میں ڈالا اور اس کے بدلہ میں فتح مندی عطا فرمائی ، یہ سورۂ فتح میں ’’ لقد رضی اللہ عنی المؤمنین اذیبایعونك تحت الشجرة ‘‘ تک بیعت کا ذکر کیا ، اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۂ فتح میں ہی فرماتا ہے ’’ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسه ومن اوفیٰ بما عٰھد علیه اللہ فسیؤتیه اجراً عظیماً ‘‘ (اے محمد ﷺ ! جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ، تمہارے سے عہد کرنا وہ اللہ سے عہد کرنا ہے جس شخص نے اپنے عہد کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اجر دیگا اور ثواب دیگا) اور جو عہد کر کے توڑتا ہے وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

جو بیعت اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر کی گئی وہ بیعت تھی جہاد کی ، قرآن شریف میں سورۂ ممتحنہ میں عورتوں کو بیعت کرنے کا حکم دیا گیا ’’یٰآیھاالنبی اذا جاء ك المؤمنٰت یبایعنك علیٰ ان لا یشرکن باللہ شئیا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینه بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك

فی معروف فبایعھن و استغفر لھن اللہ ''(اے پیغمبر ﷺ! جبکہ عورتیں تمہارے پاس آئیں اور وہ بیعت کریں اس بات پر کہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی) (زمانۂ جاہلیت میں عادت تھی کہ فقر کے ڈر سے اپنے بچوں کو ماں باپ قتل کر دیتے تھے) اور اسی طرح کسی پر بہتان نہ باندھیں گی، حضرت محمد ﷺ کے حکم کو پوری طرح انجام دیں گی، نافرمانی نہیں کریں گی تو حضرت محمد ﷺ کو اس کا حکم ہے کہ ''**فبایعھن و استغفر لھن اللہ**'' تو آپ بیعت کیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے۔

تو یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوئی ہے، جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت سے پہلے جب مکہ معظّمہ میں انصار کے بارہ سرداروں سے ملے اور ان کو دین کی تعلیم دی تو حضرت عبادہ بن صامتؓ جو انہیں سرداروں میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ''**بایعونی علی ان لا تشرکوا شئیا ولا تسرقوا ولا تزنوا**'' مختلف چیزیں اسلام کی تعلیم فرمائیں، رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت کرنے کی مختلف چیزیں عہد میں لیں اور فرمایا کہ اگر تم میں کوئی شخص ان باتوں پر وفاداری کے ساتھ قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ دے گا اس کی مغفرت کرے گا اور اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے گا اور دنیا میں اس کو سزا ملی تو آخرت کی سزا اس پر سے اٹھ جائے گی، اور اگر اس نے نافرمانی کی اور دنیا میں سزا نہیں دی گئی تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے معاف کر دے، تو اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بعضی خاص باتوں پر اور کبھی کبھی عام باتوں پر یعنی پوری شریعت پر بیعت لی ہے، بیعت کی تعلیم قرآن شریف میں اور احادیث شریفہ میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے،

جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب سے صرف اس بات پر بیعت لی کہ کسی سے کوئی چیز مانگیں گے نہیں اور سوال نہیں کریں گے، تو اس دن سے ان صحابی کی یہ عادت ہوگئی کہ اگر گھوڑے پر سواری کی حالت میں ان کا کوڑا اگر گیا تو یہ کوڑا دوسرے سے نہیں اٹھواتے بلکہ خود گھوڑے سے اتر کر کوڑا اٹھالیا کرتے تھے، حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر بیعت لی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، تو ہمیشہ ہر چیز میں جس مسلمان کو ضرورت سمجھتے تھے خیر کی نصیحت کرتے تھے، تو بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے، قرآن واحادیث میں بہت سے واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت اسی وقت سے جاری ہے، اب اسی مسنون بیعت میں یہ بیعتِ طریقت بھی داخل ہے جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے آج تک چلی آرہی ہے، بیعت اس پر کرنا کہ شریعت پر مضبوطی سے چلیں گے اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اس سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر واطاعت میں فوری توجہ سے کام لیں گے اس کو بیعت وطریقت کہا جاتا ہے، یہی بیعت کے طریقے تمام زمانہ میں جاری رہے ہیں اور اللہ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے عہد لئے ہیں، یہ جو پیری مریدی کہی جاتی ہے یہ حقیقت میں وہی بیعت کا طریقہ ہے، البتہ بیعت کرنا ہر ایک شخص کا حق نہیں ہے جو شخص شریعت کا پابند ہو بدعات اور فسق وفجور سے بچتا ہو اور اس نے کسی ولی اور اللہ والے اہل دل کے پاس رہ کر نسبتِ باطنی حاصل کی ہو، فقر وفاقہ اختیار کیا ہو اس کے ہاتھ پر زمانہ سابق میں بیعت کی جاتی تھی اور وہی بیعت لینے کا مستحق بھی ہے۔

صحابہ کرام بھی بیعت لیتے تھے خلفاء راشدین اور خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے اور حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسن بصریؒ اور پھر ان کے خلفاء برابر یہ بیعت لیتے رہے ہیں، جو لوگ بیعت لیتے تھے ان کو پیر کہا گیا ہے، پیر کے معنی لغت میں عمر رسیدہ کے ہیں اور عربی میں اس کو شیخ کہتے ہیں چونکہ معمر آدمی جس نے زیادہ دنوں تک خداوند قدوس کی اطاعت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ثابت رہا ہو وہی اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے عہد لے تو اس کو اس واسطہ عربی میں ''شیخ'' اور فارسی میں ''پیر'' کہا گیا ہے، وہ شخص تجربہ کار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں عمر گذار چکا ہوتا ہے تو اس کو پیر کہا جاتا ہے، پیر کسی خاص آدمی کا نام نہیں ہے، کسی خاص نسب کا نام نہیں ہے، کسی خاص طریقہ کے کرنے والے کا نام نہیں ہے، جو شخص شریعت کا پابند ہو اور عرصۂ دراز تک اس نے ریاضتیں کی ہوں، ذکر کیا ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہو اور وہ دنیا کی طرف کھینچنے والا نہ ہو اس قدر عبادت کی ہو کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ سے نسبت پیدا ہوگئی ہو وہی پیر ہوتا ہے، وہی شیخ ہوتا ہے۔

جس طرح ہر جماعت میں کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں اسی طرح سے طریقت کے اندر بھی کھرے اور کھوٹے پائے جاتے ہیں، جو شخص شریعت کے اوپر نہ چلتا ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تابعدار نہ ہو وہ شخص بیعت لینے کا، پیر بننے کا کسی طرح حق دار نہیں، قرآن شریف میں فرمایا گیا ''یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین '' (اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) تو پیر سچوں ہی کو بنایا جاتا ہے، سچا وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی سچا ہو اور اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی سچا ہو، جس کے اندر جلن، حسد، مکر، ایذا رسانی نہ پائی جاتی ہو اللہ تعالیٰ کی سچی تابعداری کرتا ہو، لہذا کہا گیا ہے ''کونوا مع الصادقین'' کہ سچوں کے ساتھ رہو، قرآن شریف میں فرمایا گیا ''یاا یھاالذین آمنو اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وجاھدوا

فی سبیلہ لعلکم تفلحون " (اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو ڈرو اللہ سے اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) وہ شخص جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کا اور رحمتوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اسی کو مرشد کہتے ہیں" وابتغوا الیہ الوسیلۃ " کی تفسیر میں محققین کی رائے یہی ہے کہ اس سے مراد مرشد ہے جس کو پہلی آیت میں "کونوا مع الصادقین " کہا گیا ہے، پہلے ایمان کا ذکر کیا گیا پھر اس کے بعد تقویٰ کا ذکر کیا گیا، ان دونوں کے بعد" ابتغاء وسیلہ "یعنی مرشد کا تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا یہ تیسرا حکم ہے اور چوتھا حکم" وجاھدوا فی سبیلہ "یعنی اللہ کے راستہ میں کوشش کرو، جہاد کرو نفس کے خلاف، اپنی راحت کے خلاف کرو تو یقیناً" وابتغوا الیہ الوسیلۃ " کی مانگ جو تقویٰ کے بعد زائد چیز ہے، جس کو مرشد کا تلاش کرنا کہتے ہیں اور اس کے حکم پر چلنا اور پھر اللہ کے راضی کرنے کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کرنا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے، تو یہ جو طریقت تصوف کے احکام ہیں، کوئی نئی چیز نہیں بلکہ پرانی ہے اور اسی زمانۂ نبوت سے چلی آئی ہے، تصوف کے جو اعمال ہیں ذکر و ریاضتیں وغیرہ یہ چیزیں بھی اس زمانہ سے چلی آئی ہیں۔

اس پوری تحریر سے سلوک و تصوف کی اور بیعت و ارشاد کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے، اب جو لوگ ان چیزوں کی اہمیت کو یہ کہہ کر ختم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ سب انفرادی عمل ہے اور یہ دعوت و تبلیغ نہیں ہے، غور فرمایئے! کہ یہ خیال کس قدر لغو ہے اور بعض تو یہاں تک ہمت کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ بیعت و ارشاد کی بات کرتے ہیں وہ اپنی طرف دعوت دے رہے ہیں، اور کوئی تو یہاں تک کہہ رہا ہے کہ یہ عقیدہ کی دعوت نہیں ہے بلکہ عقیدت کی دعوت ہے، ایسے لوگوں کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ جس وقت حضراتِ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول پاک ﷺ کے دستِ اقدس پر تحت الشجرہ بیعت کر رہے تھے کیا وہ انفرادی عمل تھا؟ یا اپنی طرف دعوت تھی؟ اور کیا وہ دعوت وتبلیغ سے ہٹ کر کوئی اور عمل تھا؟ اور کیا یہ سب چیزیں اعمال کے ذرات ہیں اور آپ کے اعمال پہاڑ ہیں؟ ان لوگوں نے اپنے اعمال کی اس قدر بڑی فضیلتیں گھڑی اور دوسرے اہم ترین اعمال کی اس قدر تحقیر کی جس کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے، چنانچہ بعض حضرات فرمارہے ہیں کہ انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں اور انہوں نے مدارس اسلامیہ کی عظیم الشان خدمات اور اصحاب ذکر وفکر، اصحاب مراقبہ ومشاہدہ کے تمام مجاہدات اور اس کے ذریعہ سے عظیم الشان اصلاحی کام کو جو عہد رسول اللہ ﷺ سے اس وقت تک برابر چلا آرہا ہے یہ کہہ کر امت کے ایک طبقہ کی نظر میں بالکل بے وزن کردیا کہ یہ سب کچھ محنتیں انفرادی اعمال کے ضمن میں آتی ہیں، اور ہمارا چلنا پھرنا یہی جہاد ہے، یہی ذکر ہے اور یہی اجتماعی عمل ہے، اور اسی سے اصلاح ہوجائے گی ،نہ اصلاح کیلئے مصلحین کے پاس جانے کی ضرورت، نہ مستقل خانقاہوں میں جانے کی ضرورت، نہ اور کسی دفاع اور ہمت وحوصلہ والی محنت کی ضرورت، نہ مدارس کی ضرورت، یہی مدرسہ، یہی خانقاہ، یہی سب کچھ ہے، جبکہ یہ خیال بالکل بچکانہ ہے اور دیگر تمام شعبہائے دین کا در پردہ ایک انکار اور استخفاف ہے، جس پر قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی زندگیاں لگ گئی ہیں، اور انہی کی برکت سے یہ بہار نظر آرہی ہے ،اللہ پاک ہم سب کو عقل سلیم نصیب فرمائے اور خرافات سے حفاظت فرمائے، آمین۔

مؤلف کی دیگر

گرانقدر

تالیفات و تصنیفات:۔

(۱) پہلی کتاب خیر الکلام فی مسئلۃ القیام ہے جس کا موضوع رد بدعت ہے (۲) گنگوہ کی عظیم المرتبت دینی روحانی شخصیات ہے جس میں گنگوہ کے اکابر صوفیاء ،علماء کے حالات ہیں (۳) فضائل سید المرسلین ہے جو حضور پاک علیہ السلام کی سیرت پر ایک مختصر رسالہ ہے (۴) کتاب فضیلت تقویٰ ہے جس میں تقویٰ کی اہمیت بتائی گئی ہے (۵) فضیلت علم وحکمت ہے اس میں علم وحکمت کی فضیلت پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے (۶) ایمان اور اس کے تقاضے ہے جس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے (۷) تصوف کیا ہے نام کا رسالہ ہے جس میں تصوف کی حقیقت پر گفتگو کی گئی ہے (۸) راہِ عمل ہے یہ اصلاح عوام کے لئے رسالہ ہے اس میں برائیوں کی قباحت بیان کی گئی ہے اور یہ رسالہ متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے (۹) رسالہ فوائد شریفیہ جس میں چھ قیمتی موضوعات پر گفتگو کی گئی (۱۰) سید المحدثین ہے جس میں حضرت امام بخاریؒ اور بخاری شریف شراح کتاب وغیرہ کا جامع تعارف ہے (۱۱) رسالہ مکاتیب شیخ ہے جس میں حضرت شیخ زکریاؒ کے خطوط ذکر کئے گئے ہیں انکے علاوہ اور کچھ کتابیں زیر تالیف ہیں۔

موقع کی مناسبت سے ذکر اللہ کی عظمت واہمیت کو سمجھانے کیلئے ذکر وفکر کے تعلق سے کچھ امور پیش خدمت ہیں!۔ (ماخوذ از تذکرہ اکابر گنگوہ)

ذکرِ قلبی

ذکرِ الٰہی اور ذکرِ کثیر کے لئے قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں، کہیں ذکر اسم ذات کی تاکید ہے کہیں ذکرِ قلبی کی تلقین کی گئی ہے، جو ذکر کثیر اور ذکر دائمی کی واحد صورت ہے، بالخصوص ایک آیت جامع خصوصیات کی حامل ہے۔

واذكر ربك فى نفسك تضرعا وخيفة ودون الجهر من القول بالغدو والأصال ولا تكن من الغافلين (اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے اور پکار سے کم آواز بولنے میں، صبح اور شام کے وقت، اور مت رہ بے خبر) اس آیت کی تفسیر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ سے ''نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ انور'' کے ص ۱۳۵ ر پر یوں فرمائی ہے:

قال شيخ رحمه الله انور لا نخرج فيه عن اللفظ وبعنوانه الىٰ غيره فهو فى الذكر لا الصلوٰة وان كانت ذكرا، قوله واذكر ربك الظاهر المراد به ذكره فى القلب ولعله نذالم يقل واذكر اسم ربك وقال تضرعا وخيفة ولم يقل خفيةً، فالخيفة من عقابه امر فى القلب كماقال انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم، وعند الترمذى من ابواب صفة جهنم عن انس عن النبى ﷺ قال يقول الله اخرجوا من فى النار من ذكرنى يوما وخانى فى مقام، هذا حديث حسن ۔ شیخ انورؒ نے فرمایا ہم قرآن کی اس آیت کے لفظ سے باہر نہیں جاتے

اور نہ اس کے عنوان سے کسی غیر معنی کی طرف جاتے ہیں، پس اس سے مراد ذکر ہے نہ کہ نماز، اگر چہ نماز بھی ذکر ہے اور ”و اذکر ربك “ سے ظاہر مراد ذکر قلبی ہے لسانی نہیں، نماز تو ذکر لسانی ہے، شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ”و اذکر اسم ربك “ نہیں فرمایا، خوف دل کا فعل ہے اور از قبیل عقاب ہے یعنی خوف، جیسے فرمایا مومن وہ ہیں جن کے سامنے خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور ترمذی شریف کی حدیث ”صفت ابواب جہنم“ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس شخص کو آگ سے نکال دو جس نے صرف ایک دن مجھے یاد کیا، یا وہ میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ:

(۱) ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے (۲) ذکر جہری لسانی کے مقابلہ میں ذکر قلبی کو فضیلت حاصل ہے (۳) ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ ذکر دوزخ کی آگ سے نجات دلانے والا ہے (۴) اللہ تعالیٰ نے صبح وشام ذکر کرنے کا حکم دیا (۵) صبح وشام ذکر نہ کرنے والا خدا سے غافل ثابت ہوا۔

ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ میں جو ذکر کرایا جاتا ہے وہ ذکرِ قلبی ہے نیز اور صبح وشام ذکر کا معمول ہے اور اس آیت پر ہمارا پورا پورا عمل ہے۔

فیض الباری ۳۶۲/۲ پر ہے کہ نمازوں کے بعد سلف صالحین میں یہ دستور تھا کہ مجلسِ ذکر قائم کرتے تھے۔

اجتماعی ذکر

فالسنة الخاصة فی ذٰلك قاضیة علیٰ عموم الاحادیث فی الاذکار

بعد الصلوٰۃ وفی المدخل لابن الحاج المالکی ان السلف الصالحین کانوا یحسبون بعد الصبح والعصر فی المسجد لهم زمزمة ودوی کدوی النحل
(اس ذکر میں جو خاص سنت ہے وہ اس امر کی متقاضی ہے، وہ نمازوں کے بعد عام حدیثوں سے ثابت ہے اور مدخل ابن حاج مالکی میں ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین وتبع تابعین نماز فجر اور عصر کے بعد مسجد میں حلقہ لگا کر ذکر کرتے تھے، ان کے ذکر کی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی تھی) ذکر کی یہ صورت ذکر خفی ہے یا پاس انفاس، جس کا نقشبندیہ کے ہاں خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

اجتماعی ذکر کا ثبوت

قال تعالیٰ: واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغداۃ والعشی یریدون وجههo اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔

اس آیت کے حصہ "**مع الذین**" سے اجتماعی ذکر اور حلقۂ ذکر کا ثبوت ملتا ہے، حضور اکرم ﷺ کو بھی ان کی معیت کا حکم ملا ہے، اس سے ذکر اجتماعی کی فضیلت بھی ظاہر ہوگئی۔

حدیث سے اس کی تائید: **عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائکة یطوفون فی الطریق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون الله تنادوا هلمّوا الی حاجتکم فیحفو نهم باجنحتهم الی سماء الدنیا الی ان قال فیقول تعالیٰ اشهد کم انی قدغفرت لهم قال فیقول ملك من الملائکة فیهم فلان لیس منهم انما جاء لحاجته قال هم**

الجلساء لایشقیٰ جلیسهم حضورﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہلِ ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے تو اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ یہ ہے وہ چیز جس کی تمہیں تلاش ہے، چنانچہ وہ ملائکہ ذاکرین کو آسمانِ دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے، پھر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تو اہل ذکر سے نہیں وہ تو اپنے کام کے لئے آیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی مجلس ہے جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

فوائد (۱) اس روایت سے ثابت ہوا کہ مجالسِ ذکر قائم کرنا ایسا محمود عمل ہے کہ ملائکہ کرام مجالسِ ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں کیونکہ ملائکہ اور ذاکرین میں مناسبت ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) ذکرِ الٰہی ایسی عبادت ہے جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے کسی اور عبادت پر نہیں۔ (۳) وسیلۂ صلحاء اور صحبتِ مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہوا، ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے بھی بدکار نجات حاصل کر لیتا ہے۔ (۴) اولیاء کی ذراسی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنا دیتی ہے۔

مجالسِ ذکر قائم کرنے کا حکم: **عن ابی رزین انه قال له رسول الله ﷺ الا ادلك علی ملاكِ هٰذا الامرِ الذی نصیب فیه خیر الدنیا والاٰخرة علیك بمجالس اهل الذكر** حضورﷺ نے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو؟ سنو! مجالسِ ذکر کو لازم پکڑو۔

فائدے: (۱) مجالسِ ذکر کی تلاش اور ان میں شامل ہونا مؤکد بتاکید ہے۔

(۲) مجالسِ ذکر دین ودنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔(۳) ذکرِ الٰہی سے رحمتِ الٰہی کا نزول اوراطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے۔ولنعم ماقیل ؎

انا من الرجال لایخاف جلیسهم ریب الزمان ولایریٰ مایرهب

صوفیاء کا معمول قرآن وسنت پر مبنی ہے

واوراد الصوفية التي يقرؤ نها بعد صلوٰةٍ عليٰ حسب عاداتهم في ملوكهم لها اصل اصيل فقد روى البيهقي ، عن انس ان النبي ﷺ قال لانى اذكر الله مع قوم بعد صلوٰة الفجر الىٰ طلوع الشمس احب الى من الدنيا وما فيها ولانّي اذكر الله تعالىٰ بعد صلوٰة العصر الىٰ ان تغيب الشمس احب الى من الدنيا ومافيها ۔

صوفیاءکرام جواوراد ووظائف اپنے معمول کے مطابق نمازوں کے بعد پڑھتے ہیں ان کی اصل صحیح موجود ہے ''بیہقی نے حضرت انسؓ کی روایت بیان کی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے کہ ذاکرین کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی کیا کروں''۔

وروىٰ ابو داؤد عنه انه ﷺ قال لانى اقعد مع قوم يذكرون الله تعالىٰ من صلوٰة الغداة حتىٰ تطلع الشمس احب الى من ان اعتق اربعة من ولدِ اسمٰعيل ولا نى اقعد مع قوم يذكرون الله من صلوٰة العصر الى ان تغرب الشمس احب الى من ان اعتق اربعة ۔

اورابوداؤد میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ ذاکرین کے

ساتھ مل کر صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر کرنا مجھے اولادِ اسمٰعیلؑ سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک ان کے ساتھ ذکر کرنا چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

وروىٰ ابو نعيم انه ﷺ قال مجالس الذكر تنزل عليهم السكينة وتحف بهم الملائكة وتغشاهم الرحمة ويذكرهم الله تعالىٰ ۔

اور ابو نعیم نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجالسِ ذکر پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزولِ سکینہ ہوتا ہے اور ان پر اللہ کی رحمت سایہ کر لیتی ہے اور اللہ انہیں یاد کرتا ہے۔

وروىٰ احمد ومسلم انه ﷺ قال لايقعد قوما يذكرون الله تعالىٰ الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة وتنزلت عليهم السكينة وذكرهم الله تعالىٰ فيمن عنده۔

واذاثبت ان لما يعتاده الصوفية من اجتماعهم على الاذكار والاوراد بعد الصبح وغيره اصلا صحيحا من السنة وهو ماذكر فلا اعتراض عليهم في ذلك ۔

اور امام احمد اور مسلم نے بیان کیا کہ جب کچھ لوگ ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھتے ہیں فوراً ہی ملائکہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزولِ سکینہ ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت برستی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے مقربین میں فرماتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ صوفیائے کرام کے صبح و شام کے معتاد اجتماع اور اذکار و اوراد

کی اصل سنت صحیح سے ثابت ہے اور اس کا ہم نے ذکر کر دیا تو ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اس باب کی ابتدا میں جو آیت ہم نے پیش کی تھی اس کی جامع اور مکمل تفسیر فتاویٰ الحدیثیہ کی مذکورۃ الصدر عبارت سے ہوگئی اور حلقۂ ذکر کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی۔

قرآن کریم سے حلقۂ ذکر کا ثبوت: تفسیر ''کلام الملوک، ملوک الکلام'' میں زیرِ آیت **انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشى والاشراق والطير محشورة بعد مايحمل على التسبيح القالى كما هو ظاهر القرآن ومؤيد بكشفِ كثير من اهل الله تعالىٰ يؤخذ منه امران الاول الاجتماع على الذكر تنشيطا للنفس وتقوية للهمة وتعاكس بركات الجماعة من بعض علىٰ بعض والثانى صحة مايتخيل فى بعض الاشغال من اشتغال كل مافى العالم بالذكر وله تاثير عجيب فى جمع الهمة وقطع الخطرات ۔**

آیتِ قرآنی کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حلقۂ ذکر یعنی اجتماعی صورت میں ذکر کرنا مؤید بالقرآن ہے اور صاحبِ تفسیر نے حلقۂ ذکر کے فوائد کی بھی نشان دہی کر دی، ان میں سے نشاط اور تقویت کا احساس تو عام ہے مگر تعاکس برکات کا مشاہدہ صرف اہل نظر کو ہی ہوسکتا ہے اور مجموعی طور پر اس کی ''عجیب تاثیر'' کی کیفیت الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہوسکتی اور جو لوگ صرف الفاظ سے کھیلتے ہیں انہیں ان کیفیات کا علم ہو تو کیونکر، لہذا اپنی محرومی کو چھپانے کے لئے انکار کا سہارا لیتے ہیں:

قاصر گر کند بر ایں طائفہ طعن قصور　　　حاشاللہ کہ برآرام بزبان ایں گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　　روبہ از حیلہ چساں بکسلد ایں سلسلہ را

(ماخوذ از حجۃ القاطعہ یعنی دلائل السلوک رص ۹۹ رتا ۱۰۵)